بہائیت

کے متعلق پانچ مقالے

مُصنّفہ

مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل

ناشر

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

بہائیت کے متعلق

پانچ مقالے

مصنفہ

مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل مرحوم

ناشر

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

عرضِ حال

امسال موسم گرما میں مجھے تین ہفتے کے لئے کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا۔ کوئٹہ میں بہائیوں کی ایک مختصر سی جمعیت ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے پروپیگنڈے اور دوسرا اندازی میں بہت ہوشیار ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ بہائی صاحبان نے مشہور کر رکھا ہے کہ کوئی عالم ہمارا جواب نہیں دے سکتا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس عرصۂ قیام میں احباب کو بہائیت کے متعلق معقول واقفیت بہم پہنچائی جائے اور بہائیوں کے تمام اعتراضات کا قلع قمع کیا جائے۔

بعض احباب جماعت کی معیت میں میں بہائی ہال اور بہائی لائبریری میں گیا ہم نے اس ہال میں جو ایک غیر معمولی کمرہ ہے تین چار سرکردہ بہائیوں سے گفتگو کی اور میں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم بہائیت کے متعلق چند تحریری مقالے یہاں پڑھیں گے بہائی اور دوسرے احباب سنیں اور مقالہ ختم ہونے پر مناسب وقت سوال و جواب کے لئے رکھ لیا جائے اس طرح سے فریقین کے دلائل سامنے آجائیں گے اور اعتراضات جواب ہو جائیں گے۔

بہائی سیکرٹری صاحب نے کہا کہ تحریری طور پر یہ تجویز آجائے تو ہم اپنی محفل میں پیش کر کے جواب دے سکیں گے۔ چنانچہ ہماری جماعت کی طرف سے یہ تجویز لکھ کر بھیجی گئی مگر بہائیوں کی طرف سے انکار میں جواب آگیا۔

آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ بہائیوں کو عام دعوت دے کر یہ مقالے احمدیہ مسجد کوئٹہ کے

احاطہ میں پڑھے جائیں۔ چنانچہ بذریعہ تحریری اعلان ضمیمہ الفلاح دعوت دی گئی اور پورا پروگرام لکھ کر بھیج دیا گیا۔ یہ پانچ مقالے ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰ اور ۲۲ اگست ۱۹۵۵ء کو پڑھے گئے اس میں احمدی احباب کے علاوہ سُنّی اور دوسرے مسلمان اصحاب نے بھی شرکت فرمائی مستورات کیلئے پردے کا انتظام تھا۔ چند بہائی صاحبان بھی آتے رہے۔ ہر مقالہ کے بعد انہیں سوالات کا موقع دیا جاتا رہا اور اچھے ماحول میں سلسلۂ سوال و جواب جاری رہا اور حاضرین پر حق واضح ہو گیا بہائیوں کی طرف سے بعض اوقات تین تین اصحاب یکے بعد دیگرے سوالات کرتے رہے۔ سب کے تفصیلی جواب حاضرین کے گوش گزار کئے گئے ان پبلک اجتماعات کے علاوہ جناب شیخ محمد اقبال صاحب تاجر کی طرف سے بہائی سیکرٹری صاحب کو محدود اصحاب کی موجودگی میں چائے پر بھی بلایا گیا۔ اس موقعہ پر ان پر اتمامِ حجت کی گئی۔ انہوں نے سوچنے کا وعدہ کیا۔

اب یہ پانچ مقالے طبع ہو کر آپ کے سامنے پیش ہیں ان پانچ مقالات کے بعد ہم نے ایک باب بطور ضمیمہ بھی شامل کر دیا ہے جس میں ان تمام آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت کی گئی ہے جنہیں بہائی صاحبان غلط طور پر اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اس پہلو سے یہ مجموعہ اپنی افادیت میں بہت بڑھ گیا ہے۔ وللہ الحمد۔

یاد رہے کہ بہائی لوگ عامۃ الناس سے اپنی شریعت کو چھپائے رکھنے میں ابھی تک بہائیوں نے اسے چھپوا کر لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا کیونکہ بہائی زعیم جناب عبد البہاء آفندی نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے رکھی ہے۔ ہم نے عراق سے ان کی یہ کتاب حاصل کی اور ۱۹۴۲ء میں اپنی کتاب "بہائی تحریک پر تبصرہ" میں اسے بمع متن شائع کر دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ سلیس اردو ترجمہ بھی چھاپ دیا۔ یہ کتاب جلد ہی نایاب ہو گئی تھی اب ہم مہتمم الفرقان ربوہ سے اس کتاب کو دوبارہ بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ کے عنوان کے ماتحت علیحدہ شائع کر رہے ہیں

اِن پانچ مقالات کی وجہ سے اس کتاب میں بقدرِ امکان اختصار کر دیا گیا ہے تاہم بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ کا مطالعہ بھی بہائی تحریک کو سمجھنے کے لئے ازبس لازمی ہے۔ یہ ایک تحقیقی اور مخصوص کتاب ہے۔ اسکے پڑھنے سے آپ پر کھل جائیگا کہ بہائی لوگ اپنی مزعومہ شریعت کو کیوں چھپائے پھرتے ہیں، اس اخفاء کا راز کیا ہے؟

میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرونگا اگر اس جگہ جماعت احمدیہ کوئٹہ کا عموماً اور اخویم مکرم شیخ محمد حنیف صاحب برادرم صوفی رحیم بخش صاحب محترم میاں بشیر احمد صاحب حاجی فیض الحق خاں صاحب اور جناب شیخ کریم بخش صاحب کے تعاون، خلوص اور للّٰہی محبت کا شکریہ ادا نہ کروں جو انہوں نے میرے وہاں قیام کے دوران میں ظاہر فرمائی۔ میں صمیم دل سے تمام احباب کا شکر گزار ہوں اور سب کے لئے دل سے دعا گو ہوں جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

بالآخر خدائے عزّ وجلّ سے دردمندانہ التجاء ہے کہ وہ ان صفحات میں برکت ڈالے اور ان مقالات کو لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے اور اپنے فضل سے اسلام کے زندہ اور کامل مذہب ہونے، قرآن کریم کے زندہ اور کامل کتاب ہونے، اور سیّد الاوّلین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زندہ اور کامل رسول ہونے کو تمام انسانوں پر پوری طرح واضح فرمائے۔ تا ساری دنیا اسی شجرۂ طیبہ کے اثمارِ شیریں سے لذّت اندوز ہو اور سب اسی چشمۂ آبِ حیات سے سیراب ہوں۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العٰلمین۔

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

ربوہ ۔ پاکستان

۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقالہ

بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ

معزز حاضرین! بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بابی تحریک علیحدہ ہے اور بہائی تحریک علیحدہ۔ فرقہ بابیہ کے بانی سیّد علی محمد صاحب باب ہیں اور بہائی تحریک کے بانی مرزا حسین علی صاحب نوری ہیں۔ بابیوں اور بہائیوں کے عقائد اور اصول پر بحث کرنے سے پیشتر ان کی تاریخ کا جاننا ضروری ہے کیونکہ کسی شخص یا کسی تحریک کی تاریخ سے اس شخص یا اس تحریک کے بہت سے عقائد اور مبادی کا صحیح نقشہ معلوم ہو جاتا ہے۔ آپ کسی تحریک پر صحیح طور پر تبصرہ نہیں کر سکتے جب تک آپکو اس کی سرگزشت معلوم نہ ہو۔ اور آپ کسی شخص کے خیالات کا حقیقی جائزہ نہیں لے سکتے جب تک اس شخص کے اعمال اور افعال آپ کے سامنے نہ ہوں۔ پس درحقیقت عقائد، خیالات اور اصول کا جائزہ لینے کے لئے بھی تاریخ کا جاننا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص یا فرقہ کی تاریخ کا علم فی حدِ ذاتہٖ ایک مستقل علم ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

بابی اور بہائی تحریک مذہب کے نام پر قائم ہوئی ہے اور ظاہر ہے

کہ ایسی تحریکات کے مخالف بھی ہوتے ہیں اور ماننے والے بھی۔ عام طور پر مخالف اپنے بیانات میں معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور موافقین کی ایک بڑی کثرت مبالغہ اور خوش اعتقادی سے کام لیتی ہے اسلئے بالعموم مذہبی تحریکات کی تاریخ میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ اور ایک محقق کے لئے صحیح بات معلوم کرنا قدرے دشوار ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ تحریک ایسی ہو جس میں اخفاء اور کتمان کا پہلو غالب ہو اور اس کے ماننے والے عقیدتاً مبالغہ آمیزی کو ترجیح دیتے ہوں اور اس تحریک کا لٹریچر عام طور پر دستیاب نہ ہوتا ہو۔

بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ لکھنے میں ایک بڑی دشواری ان لوگوں کی کتابوں کی کمیابی ہے۔ چنانچہ قریشی حشمت اللہ صاحب بہائی کو خود یہ شکایت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"عام طور پر حضرت باب، حضرت بہاءاللہ اور حضرت عبدالبہاء کی کتابوں کے کمیاب ہونے کی وجہ سے بعض تاریخی اور تعلیمی غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں۔" (رسالہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ صے۲)

کتابوں کی نایابی یا کمیابی کے علاوہ بابیوں اور بہائیوں کی تاریخ کے سلسلہ میں ایک اور دقت یہ ہے کہ خود جناب بہاءاللہ نے بہائیوں کو حکم دے رکھا ہے "اُستر ذهبك وذهابك ومذهبك" کہ تم اپنے سونے اور آمد و رفت اور مذہب کو مخفی رکھو۔ (بہجۃ الصدور مطبوعہ ۱۹۱۳ء صے۸۳ مصنفہ میرزا حیدر علی صاحب اصفہانی بہائی مبلغ)

ظاہر ہے کہ ان حالات میں بابی اور بہائی تحریک کی صحیح تاریخ مرتب کرنا آسان کام نہیں ہے۔ مگر چونکہ کسی تحریک کی تاریخ معلوم کئے بغیر اس تحریک کا صحیح نقشہ سامنے نہیں آسکتا اس لئے بہرحال اس تاریخ کا بیان کرنا تو ناگزیر ہے۔ ہاں ہم نے ایسی احتیاط کر لی ہے کہ بابی اور بہائی صاحبان یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری یہ تاریخ ہمارے دشمنوں نے لکھی ہے اس لئے ہم پر حجت نہیں ہے۔ ہم نے التزام کیا ہے کہ آج شام کے لیکچر میں خود بابی اور بہائی مصادر سے یا کم از کم ان کے مسلّمہ مصادر سے تاریخی حقیقت کو اخذ کر کے بیان کیا جائے اور کوئی ایسا حوالہ نہ دیا جائے جسے بابی اور بہائی صاحبان اپنے دشمنوں کی تحریر کہہ کر رد کر سکیں۔ ہم آج کے لیکچر میں کوئی ایسا بنیادی تاریخی واقعہ بیان نہیں کریں گے جس کے لئے ہمارے پاس بہائیوں اور بابیوں کا اپنا حوالہ موجود نہ ہو۔ امید ہے کہ اس صورتِ حال سے جہاں بہائی حاضرین کے لئے وجۂ اعتراض نہ رہے گی۔ وہاں ہمارے دوستوں کو بھی بابی اور بہائی مصادر سے ان کی تاریخ کا علم ہو جائے گا۔

بابی فرقہ باب سے منسوب ہے۔ باب کے معنے دروازہ کے ہیں۔ اثنا عشری اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ ان کے بارھویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری غائب ہیں، امام غائب تک پہنچنے کے لئے ان کے نزدیک زندہ انسانوں میں سے ایک دروازہ یعنی باب ہوتا ہے۔ حشمت اللہ صاحب بہائی لکھتے ہیں:-

"بہت پرانے وقتوں سے ایران میں یہ روایت چلی آ رہی تھی۔ کہ

بارھویں امام جو غائب ہو گئے ہیں تو اپنے فضل کی رو سے اپنے سچے اور طالب معتقدوں کو اپنا دیدار دکھانے کے واسطے دنیا میں اس خدمت کے لئے کسی بزرگ اور پرہیزگار آدمی کو مامور رکھتے ہیں۔ اس آدمی کو وہ اپنی اصطلاح میں باب کا لقب دیتے ہیں۔"
(رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات مطبوعہ آگرہ ص۸)

مشہور شیعہ مصنف ابن بابویہ القمی تحریر کرتے ہیں:۔

"ولہ الی ھذا الوقت من یدعی من شیعتہ الثقات المستورین انہ باب الیہ وسبب یؤدی عنہ الی شیعتہ امرہ ونہیہ" (اکمال الدین ص۵۶)

کہ اس وقت تک امام غائب کے معتبر اتباع میں سے ایسے دعویدار پیدا ہوتے رہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس کے لئے باب یعنی دروازہ ہیں اور اس کا امر و نہی اس کے مریدوں کو پہنچاتے ہیں۔"

شیعہ صاحبان کے اس عقیدہ کی رو سے ۱۵ شعبان ۳۲۵ھ ہجری کو ان کے چوتھے باب جناب ابو الحسن السمری فوت ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ خیال کمزور ہوتا چلا گیا اور بارھویں صدی ہجری کے آخر میں ایران میں جہاں سیاسی انقلابات کا دور دورہ تھا وہاں پر امام غائب کے بارے میں دیرینہ خیال کمزور ہوتا نظر آتا تھا اور عام طور پر لوگوں میں مایوسی پائی جاتی تھی جس پر کچھ مذہبی خیال کے لوگوں نے عوام کے اس عقیدہ کو پختہ رکھنے کے لئے سعی کی۔ ان لوگوں میں جناب الشیخ احمد الاحسائی اور جناب السید کاظم الرشتی کے نام خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ بابیت اور بہائیت دراصل الشیخ الاحسائی کی تحریک کا ہی ایک غلط نتیجہ ہے۔ الشیخ الاحسائی نے فرقہ شیخیہ کی بنیاد رکھی۔ بہائی عالم ابو الفضل لکھتے ہیں:۔

"ان السید الاحسائی ولد فی القرن الثانی عشر الھجری واشتھر بالعلم والفضل واوجد مذھبا خاصا فی المعارف الروحانیۃ وتفسیر القرآن والاحادیث النبویۃ ولذلک اشتھر تلامذتہ فی حیاتہ وحزبہ بعد وفاتہ بالفرقۃ الشیخیۃ ..... والفرقۃ الشیخیۃ معروفۃ فی بلاد العراق ومنھا انتشر مذھبھم الی فارس وخراسان وسائر ممالک ایران" (مجموعہ رسائل مطبوعہ مصر ص۸۸)

ترجمہ:۔ الشیخ احمد الاحسائی بارھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے جو علم و فضل میں مشہور تھے۔ انہوں نے روحانی معارف اور قرآن و حدیث کی تفسیر میں خاص مذہب ایجاد کیا تھا۔ اسلئے ان کی زندگی میں ان کے شاگرد اور ان کی وفات کے بعد ان کا گروہ فرقہ شیخیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ فرقہ شیخیہ عراق میں معروف ہے اور وہاں سے فارس اور خراسان وغیرہ ایرانی علاقوں میں پھیلا ہے۔"

الشیخ الاحسائی شیعہ عقائد کی ہی تائید کرتے تھے۔ بہائی مورخ مرزا عبد الحسین لکھتے ہیں:۔

"إنّ الشيخ لم يخالف الشيعة فی اساس معتقداتھم وکان یطری أئمة الھدی ...... ویعتقد بخلافة علی المتصلة وامامة ائمة الھدیٰ من ذرّیته"
(الکواکب ص۴۲)

کہ شیخ نے شیعہ کے اصول معتقدات کی ذرہ مخالفت نہیں کی۔ وہ اماموں کی بے حد تعریف کرتا تھا۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل مانتا تھا اور آپ کی نسل میں امامت کا قائل تھا"

السیدکاظم الرشتی بھی شیخ الاحسائی کے شاگرد تھے۔ اور شیخ مذکور اپنے شاگردوں کو امام المہدی کے ظہور کے قریب ہونے کی بشارت دیا کرتے تھے۔ لکھا ہے:۔

وکان یبشر تابعیة و مریدیه وتلامیذه باقتراب ظھور المھدی ودنو قیام القائم المنتظر" (الکواکب ص۴۵)

کہ احسائی اپنے اتباع، مریدوں اور شاگردوں کو خوشخبری دیتا تھا کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت بالکل قریب ہے اور قائم منتظر کے آنے کا زمانہ آپہنچا ہے"

جناب الشیخ احمد الاحسائی بحرین کے علاقہ میں بنی صخر قبیلہ میں ۱۱۶۶ سنہ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام زین الدین الاحسائی تھا۔ بچاسی برس کی عمر میں ۲۱ ذوالقعدہ ۱۲۴۲ سنہ ہجری مطابق ۱۸۲۶ء کو مدینہ منورہ

کے راستے میں انتقال کر گئے۔ (الکواکب الدریہ ص۳۹)

شیخ موصوف نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے جانشین اور میری جماعت کے زعیم السید کاظم الرشتی ہوں گے۔ السید کاظم ۱۲۰۵ سنہ ہجری کو رشت کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۴۲ھ میں اپنے استاد کی وفات پر فرقہ شیخیہ کے رئیس مقرر ہوئے۔ وہ عام طور پر شیخ الاحسائی کے خیالات کی ترویج کرتے رہے۔ جناب ابوالفضل بہائی لکھتے ہیں:۔

"قام بعده تلمیذه الاجل السیّد کاظم الرشتی وسعٰی فی نشر تعلیمات الشیخ واقتفی اثره وروّج مشربه ومذھبه الیٰ ان توفّی الیٰ رحمة اللّٰه تعالیٰ" (مجموعہ رسائل ص۸۲)

کہ احسائی کے بعد اس کا شاگرد السید کاظم اس کا قائم مقام ہوا۔ اس نے شیخ کی تعالیم کو شائع کرنے میں جدّ و جہد کی۔ اسکے مذہب کو رواج دیا اور اس کے نقشِ قدم پر چلا۔ یہاں تک کہ فوت ہو گیا"

السید کاظم نے فرقہ شیخیہ کے لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا سب سے اہم گروہ وہ تھا جسے الطبقة الثالثة کہتے تھے۔ بہائی تاریخ الکواکب الدریہ عربی میں لکھا ہے۔

"وَ امّا الطبقة الثالثة فھم التلامیذ الّذین لازموه اللیل والنّھار وصحبوه بالعشیّ والابکار

وکانوا مستودع اسرارہ وامناء جواہر افکارہ۔"

(الکواکب الدریۃ ص۲۹)

کہ السید کاظم نے اپنے شاگردوں میں تیسرا درجہ ان لوگوں کو دیا تھا جو دن رات، صبح و شام اس کے ساتھ رہتے تھے - وہ ان کو اپنے خاص راز بتایا کرتا تھا اور اپنے خیالات کو ان کے سامنے حقیقی شکل میں ظاہر کیا کرتا تھا۔"

سید علی محمد جنھوں نے بعد میں اپنے آپ کو باب قرار دیا سید کاظم کے شاگرد اور اسی ہونہار طبقہ، الطبقۃ الثالثہ کے ایک فرد تھے۔ السید کاظم کے شاگردوں میں ایک نہایت زیرک خاتون بھی تھیں جن کا نام جناب ام سلمیٰ تھا مگر بابی تاریخ میں انہیں قرۃ العین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جناب عبدالبہاء لکھتے ہیں :-

"سید مرحوم لقب قرۃ العین را باو دادند و فرمودند بحقیقتِ مسائل شیخ مرحوم قرۃ العین پے بردہ"

(رسالہ تذکرۃ الوفاء ص۲۹۲)

سید کاظم سترہ برس تک فرقہ کے پیشوا رہے اور ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء میں پچپن برس کی عمر میں کربلا میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ الشیخ الاحسائی کی پیدا کردہ امید قرب ظہور امام مہدی علیہ السلام کی آزمائش کا یہ آخری موقع تھا۔ السید کاظم کی وفات پر ان کے شاگردوں میں اس بارے میں بہت بے چینی تھی۔ لکھا ہے :-

"دراں وقت جمیع شاگردہائے شیخ احمد و سید کاظم در نہایت اشتیاق و ذوق منتظر ظہور موعود بودند و کمال وجد و ولولہ داشتند۔" (رسالۃ التسع عشریہ ص۲)

کہ ان دنوں شیخ احمد اور سید کاظم کے سب شاگرد بے حد شوق و ذوق سے موعود کے ظہور کے منتظر تھے اور نہایت بے تابی اور جوش رکھتے تھے۔"

بہائی مؤرخ لکھتا ہے :-

"امّا تلامیذ السیّد بعد وفاتہ فصاروا فریقین فریق استمرّ القراءۃ والتدریس وفریق اخذ یجوب الفیافی والاقطار و برود الاقالیم والامصار والبرادی والقفار بحثاً عن المنتظر۔"

(الکواکب ص۳)

کہ سید کاظم کی وفات پر اس کے شاگردوں کا ایک حصہ تو درس و تدریس میں مشغول رہا اور دوسرا حصہ امام موعود کی جستجو میں جنگلوں، صحراؤں، ملکوں، شہروں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔"

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جناب سید علی محمد جناب السید کاظم کے معتمد علیہ شاگرد تھے۔ سید علی محمد یکم محرم ۱۲۳۵ھ ہجری مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام سید محمد رضا ہے۔ ان کا

خاندان تجارت پیشہ تھا۔ وہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے ماموں صاحب کے ہمراہ تجارت میں مشغول ہوئے۔ ان کی تعلیمی حالت کے متعلق بہائی روایت میں لکھا ہے:۔

"وہ (علی محمد باب) تجارت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اس واسطے صرف اتنی ہی تعلیم پائی تھی جتنی کہ حساب کتاب کے واسطے ضروری تھی جیسی کہ ہمارے ہندوستان میں کچھ زمانہ تک دی جاتی تھی۔ اور ایران میں آجتک دی جاتی ہے غالباً اس میں قرآن شریف حفظ کرنا بھی شامل تھا جیسا کہ پرانے طریقے کے مسلمان خاندانوں کا طریقہ تھا۔"

(بہاء اللہ کی تعلیمات صہ)

جناب سید علی محمد صاحب کے اپنے بیان سے ظاہر ہے کہ ان کے استاد کا نام محمد تھا۔ چنانچہ بہائی مورخ عبد الحسین لکھتا ہے:۔

"جاء بالبیان من بیانات حضرت الباب ما یدلّ علی ان معلّمہ یسمّی بمحمّد وھی قولہ یا محمّد یا معلّمی لاتضربنی فوق حدّ معیّن۔" (الکواکب ص۶۲)

کہ بیان میں خود باب کے بیانات سے ظاہر ہے کہ اس کے استاد کا نام محمد تھا۔ چنانچہ باب کہتا ہے کہ اے میرے استاد مجھے مقررہ تعداد سے زیادہ نہ مار۔"

بابی اور بہائی روایات سے ظاہر ہے کہ باب کا دل تجارت میں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ عام طور پر اوراد میں مشغول رہتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"حضرۃ الباب کان یبدی الملل من ذٰلک و یؤثر الاعتکاف والانزواء ورغمًا عن ھٰذا الشغل الشاغل کان کثیرًا ما یدع المتجر ویرقی علی سطح المنزل مشتغلا بالدّعاء والابتھال وتلاوۃ الاوراد والاذکار۔"

(الکواکب ص۶۱)

ترجمہ:۔ کہ باب اس تجارتی کاروبار سے ملال کا اظہار کرتا تھا اور گوشہ نشینی کو ترجیح دیتا تھا۔ چنانچہ مشاغل کے باوجود وہ دکان چھوڑ کر اس کی چھت پر چڑھ جاتا تھا۔ دعا کرنے رونے اور اوراد پڑھنے میں منہمک ہو جاتا تھا۔"

بائیس برس کی عمر میں جناب سید علی محمد کی شادی ہوئی۔ دوسرے سال ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ بچہ کا نام احمد رکھا گیا۔ جو جلد ہی فوت ہو گیا۔ جناب علی محمد اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ گھر چھوڑ کر کربلا چلے گئے اس وقت ان کی عمر چوبیس سال کے لگ بھگ تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"وفی اثر ذٰلک رحل حضرتہ الی کربلاء وکان عمرہ اذذاک ینا ھز الرابعۃ و

الخشوین" (الکواکب ص۳۵)

کہ باب اس حادثے کے معاً بعد قریباً چوبیس برس کی عمر میں کربلا پہنچے"

اسی موقع پر جناب سید علی محمد السید کاظم رشتی کے درس میں شامل ہوئے چنانچہ مرقوم ہے:-

"یک سال بعد از تاہل بکربلا تشریف بردہ دو ماہے در آنجا توقف فرمودند۔ گاہے در مجلس درس حاجی سید کاظم رشتی حاضر می شدند و بدرس و مباحثہ طلاب گوش مے دادند" (الرسالۃ التسع عشریہ ص۲۹)

۱۲۵۹ھ ہجری میں جب السید کاظم رشتی فوت ہوئے اور انکے مریدوں کا بیشتر حصہ امام مہدی کی تلاش میں سرگرداں تھا تو سید علی محمد نے بوشہر کی دکان بند کردی اور شیراز پہنچ گئے۔ لکھا ہے:-

"وعلی اثر ھذا الحادث طوی الباب بساط تجارتہ عائداً الی شیراز" (الکواکب ص۳۰)

کہ اس نے فوراً دکان بند کردی اور شیراز کی طرف چل پڑے"

وہ ان دنوں امام مہدی کی آمد کے بارے میں نیز دیگر عقائد شیعہ کی تائید پورے زور سے کر رہے تھے۔ بہائی مؤرخ لکھتا ہے:-

"افاض فی البیان عن المھدی المنتظر

وارخی العنان لیراعہ فی وصفہ وکبحہ عن النقد والتعرض لعقائد الشیعۃ بل کان یثنی علیھا و یقرر صحتھا ومتانتھا حتی وجود المنتظر الغائب" (الکواکب ص۶۶)

کہ باب نے امام مہدی اور اس کی صفات کے متعلق نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور اپنے قلم کو شیعہ عقائد کی تنقید سے ہمیشہ روکا بلکہ شیعہ عقائد کی باب نے تعریف کی اور انہیں عقیدۂ امام غائب سمیت صحیح و درست قرار دیا"

بہائی تاریخ کے مطابق موقع مناسب آنے پر سید علی محمد صاحب نے ۱۲۶۰ء میں ایک رنگ میں باب ہونے کا دعویٰ کر دیا جس کی نوعیت بہائی تاریخ کی رو سے یوں ہے:-

"اسی فرقہ شیخیہ کے ایک نہایت مشہور عالم ملا حسین بشروئی کے سامنے سب سے پہلے حضرت باب نے اپنے مشن کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا ٹھیک وقت حضرت باب کی کتاب بیان میں ۱۲۶۰ھ کے ماہ جمادی الاولی کی پانچویں تاریخ کو غروب آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد بتایا گیا۔ مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء" (عصر جدید اردو ص۱۹)

نیز لکھا ہے:-

"ایک روز جمعہ کے دن انہوں نے بوشہر کی کسی مسجد میں بیان کیا

کہ میں ایک غائب اور بزرگ شخص تک پہنچنے کا دروازہ ہوں اور وہ شخص بہت جلد ظاہر ہونے والا ہے۔"

(بہاء اللہ کی تعلیمات مطبوعہ آگرہ ص۵)

مذکورہ بالا حالات میں باب کا یہ دعویٰ فرقہ شیخیہ کے سرگردان اصحاب کے لئے گونہ وجہ تشفی تھا اسلئے ان کا کثرت سے ان کو قبول کرلینا طبعی بات تھی۔ جناب بہاء اللہ تحریر کرتے ہیں کہ باب کے دعویٰ پر فرقہ شیخیہ کے لوگوں نے ان کو قبول کرلیا مگر دوسرے شیعہ ماننے سے محروم رہے۔ چنانچہ جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں :-

"اے شیخ! گروہ شیعہ پر غور کر کہ انہوں نے ظنون اور اوہام کے ہاتھوں کس قدر عمارتیں اور کتنے شہر بنا ڈالے بالآخر وہ اوہام گولی کی شکل میں تبدیل ہوئے اور سیّد عالم (باب) پر جا پڑے اور اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک بھی یوم ظہور میں ایمان نہ لایا ..... شیخ احسائی کی جماعت والے خدائی مدد سے ان حقائق کے عارف ہو گئے کہ ان کے علاوہ اور لوگ ان سے محروم و محجوب نظر آ رہے ہیں۔"

(لوح ابن ذئب اردو مطبوعہ دہلی ص۸۴)

باب کے دعویٰ کی نوعیت بہت عجیب ہے بحیثیت مؤرخ ہم بہائی صاحبان کی تین روایات اس جگہ درج کرتے ہیں :

(۱) "ولدی التحقیق علم انّہ لیس یدّعی نزول الوحی و

ھبوط الملک علیہ" (مقالہ سیاح ص۶)

ترجمہ:- تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ باب کا یہ دعویٰ نہ تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور فرشتہ اترتا ہے۔"

(۲) "کان المفھوم لدی العموم من لفظۃ (الباب) فی اوائل قیام حضرتہ انہ الواسطۃ بین حجۃ اللہ الموعود المنتظر وبین الخلق۔"

(الکواکب ص۹)

ترجمہ:- باب کے دعویٰ کی ابتداء میں عوام نے لفظ "باب" (دروازہ) سے یہ سمجھا کہ وہ امام مہدی اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے۔"

(۳) "وفھم من کلامہ انّہ یدعی وساطۃ الفیض من حضرۃ صاحب الزمان ای المھدی علیہ السّلام ثمّ ظھر ان مقصودہ من لفظ الباب کونہ باب مدینۃ اخرٰی۔" (مقالہ سیاح ص۲)

ترجمہ:- کہ باب کے لفظ سے یہ سمجھا گیا تھا کہ وہ مہدی کیلئے واسطہ ہے۔ پھر ظاہر ہوا کہ اس کی مراد باب سے کسی اور شہر کا دروازہ ہونے سے ہے۔"

ان بیانات سے ثابت ہے کہ باب کو اس بات کا ہرگز دعویٰ نہ تھا کہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے یا اُن پر جبرائیل یا کوئی اور فرشتہ نازل ہوتا ہے۔

درحقیقت بابیوں اور بہائیوں کے اِس دعویٰ کا تصور اس سے مختلف ہے جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے، مگر یہ عقائد کی بحث سے متعلق ہے اسلئے آج اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جناب سید علی محمد کا دعویٰ باب ہونے کا ہو یا واسطہ ہونے کا ہو بہرحال وہ اس دعویٰ کے معنی نہیں جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔

بہائی صاحبان کہتے ہیں کہ باب کے دعویٰ کو سنتے ہی جناب مرزا حسین علی المعروف بہاء اللہ نے قبول کر لیا تھا۔ رسالہ عصرِ جدید میں لکھا ہے:۔

"۱۲۶۰ھ میں جب حضرت باب نے اعلان امر فرمایا تو اُس وقت حضرت بہاء اللہ کی عمر ستائیس سال کی تھی۔ اعلان حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہاء اللہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا۔" (عصرِ جدید ص ۳۳)

بہائی صاحبان کہتے ہیں کہ اوائل میں باب نے قائم آلِ محمدؐ ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ چنانچہ ۱۲۶۴ھ ہجری میں بدشت میں بابیوں کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس سلسلہ میں جناب عبدالبہاء لکھتے ہیں:۔

"در شبہا جمال مبارک و جناب قدوس و طاہرہ ملاقات می نمودند ہنوز قائمیت حضرت اعلیٰ اعلان نشدہ بود۔ جمال مبارک با جناب قدوس قرار بر اعلان ظہور کلی و فسخ و نسخ شرائع دادند۔"

(تذکرۃ الوفاء ص ۳۰۳)

ترجمہ:۔ راتوں کو مرزا حسین علی، ملا محمد علی بارفروشی اور ام سلمیٰ

قرۃ العین اکٹھے ہوتے تھے۔ سو ابھی تک سید علی محمد باب کے القائم ہونے کا اعلان نہ ہوا تھا۔ بہاء اللہ اور ملا بارفروشی نے کھلے اظہار اور شریعتوں کے نسخ و فسخ کی قرارداد پاس کی۔"

ہماری تحقیق میں سنہ ۱۲۶۴ھ میں قلعہ چہریق سے واپسی پر پہلی دفعہ باب نے کہا تھا "انہ المھدی المنتظر" (الکواکب عربی ص ۳۹)

حکومتِ ایران باب کے دعویٰ کو حزم و احتیاط سے دیکھ رہی تھی مگر چونکہ شاہِ ایران کا فیصلہ تھا کہ جب تک یہ تحریک ملکی امن و امان کو خطرہ میں نہ ڈال دے گی اور محض عقائد کی تحریک تک محدود رہے گی حکومت اس سے تعرض نہ کرے گی۔ جناب عبدالبہاء لکھتے ہیں کہ حکومت کا یہ فیصلہ تھا:۔

"ما دام امرہ متفقًا من الامن العام و الراحۃ العمومیۃ فلا تتصدّ لہ الحکومۃ بشیءٍ"

(مقالہ سیاح عربی ص ۱۶)

"کہ جب تک باب کا معاملہ امنِ عام میں مخل نہ ہوگا حکومت اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے گی۔"

چنانچہ کچھ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ فرقہ شیخیہ وغیرہ کے لوگ بابیت میں داخل ہوتے رہے مگر حکومت اس میں مداخلت نہ کرتی تھی۔ نیز ایک وقت تک بابی لوگ بھی اسلامی شریعت پر عمل کرتے رہے۔ جناب عبدالبہاء کا قول ہے:۔

"فانظر کیف کانوا یحترمون العوائد و التقالید و یظنون انھم یقررون بھا الحقائق فلقد کانت

الشریعة هی المعول علیها الیٰ ذٰلک التاریخ لم یتغیر منها شئ" (تاریخ بہاء اللہ من محادثات عبدالبہاء صلا)

کہ دیکھو اس وقت بابی لوگ عادات و رسوم کا کس قدر خیال رکھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ حقائق کو قائم کر رہے ہیں۔ اس دن تک اسلامی شریعت پر ہی سب کا دار و مدار تھا اس میں سے کوئی حکم تبدیل نہ ہوا تھا"

یہ حالت دیر پا ثابت نہ ہوئی۔ باب نے اپنے اتباع کو خاص احکام کی تلقین کرنی شروع کر دی۔ یعنی یہ کہ تمام دوسری کتابوں کو جلا دو۔ دوسری قوموں کے مقاماتِ مقدسہ کو گرا دو۔ اور جو لوگ باب کے مومن نہیں ان کا قتلِ عام کرو۔ جناب عبدالبہاء تحریر کرتے ہیں:-

"در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق و حرقِ کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتل عام الا من آمن و صدق بود" (مکاتیب عبدالبہاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

ترجمہ:- کہ حضرت اعلیٰ یعنی باب کے ظہور کے وقت بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ گردنیں اڑائی جائیں کتابیں اور اوراق جلا دیئے جائیں، مقامات منہدم کر دیئے جائیں اور بجز ایمان لانے اور تصدیق کرنے والے کے قتل عام کیا جائے"

تاریخ سے ثابت ہے کہ جناب باب پر ایمان لانے والے اَن پڑھ اور "از برائے او خونِ خود را نثار نمائیند" کا عقیدہ رکھنے والے لوگ تھے۔

چنانچہ بہائی تاریخ کی مندرجہ ذیل تین شہادتیں اس بارے میں کافی ہیں:-

(۱) "مرزا سید علی محمد کے دعویٰ کو جن لوگوں نے سچا تسلیم کیا تھا اُن کا نام بابی مشہور ہو گیا۔ ان بابیوں کی تاریخ نہایت قابلِ رحم اور دردناک ہے کیوں کہ اکثر ان میں سے اَن پڑھ، خوش عقیدت سادہ اور پاک باطن آدمی تھے۔ جنہوں نے بچپن سے مسجدوں اور اماموں باڑوں میں امام معصوم قائم آلِ محمد حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر دل کو بے تاب کرنے والے فقروں میں سُنا تھا۔ اب اگر حضرت باب قید نہ ہوتے۔ تو یہ لوگ ان کے پاس جا کر خود اُن سے باتیں دریافت کرتے لیکن اُن کے پاس جانے کی تو سخت ممانعت تھی۔ پس وہ اپنے محبوب کی تعلیمات سے اکثر ناواقف تھے جن کا کافی ثبوت ان کی حرکات اور سکنات سے ملتا ہے" (بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۲-۱۳)

(۲) "چوں نیرِ اعظم از مطلعِ بہاء اللہ در نہایت حرارت و اشراق پرتو بر آفاق انداخت نفوسِ جاہلہ اہلِ بیان کہ محمود ترین طوائف اند در نقطہ نقطۂ اولیٰ ماندند و از فیض ابدی بہاء اللہ محروم گشتند ...... ایں قوم محتجب ترین طوائف عالمند ...... و در ظلمتِ اوہام مستغرق اند تبًّا لهم وسحقًا لهم واحسرتا علیهم" (خطابات عبدالبہاء جلد اوّل صفحہ ۲۵۰)

(۳) "باستثنائی عدۂ بسیار قلیل ہیچ کدام آنہا باب را نشناختہ بود۔ وفقط چند نفر آن از تعالیم باب را ادراک کردہ بود۔ این نفوس بواسطۂ آں حرارت فطری کہ عامۂ خلق را بہ پیروئی مبنی دلالت میکند مجذوب بباب شدہ بودند۔ بایں عقیدہ کہ امر ضروری برائے ہمہ ایں بود کہ در تحت لوائے او در آیند و از برائے او خونِ خود را نثار نمائیند تا آنکہ عالم تجدید شود و جمیع بلایا فوری رفع شود عقیدۂ او را نمی دانستند۔ بعضے از آں ہا گمان میکردند کہ آنچہ قبل از ظہور باب حرام بود اینک حلال شدہ است۔ زیرا باب دیانت محمد علیہ السلام را تجدید نمودہ بود"

(تاریخ امر بہائی ص۲۵)

ان حالات میں حکومتِ ایران نے مناسب سمجھا کہ باب کو نظر بند کر دیا جائے تا اس کی تعلیمات اور اس کے پیروؤں کی حرکات سے ملکی امن خطرہ میں نہ پڑ جائے چنانچہ قلعہ ماکو میں ان کو نظر بند کر دیا گیا۔

معزز حاضرین! آپ سن چکے ہیں کہ باب کی تعلیم خونریزی کے لئے کھلی دعوت تھی اور دوسری طرف باب کے پیرو بہت جلد مشتعل ہو جانیوالا گروہ تھا اور تیسری طرف ان کا امام مہدی کا دعویٰ علماء شیعہ کے نزدیک ان کی تکفیر کے لئے کافی تھا۔ حکومت نے جب باب کو نظر بند کیا۔ تو بابیوں پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی انہوں نے علاقہ خراسان میں بدشت کے مقام پر ۱۲۶۴ھ ہجری کو ایک کانفرنس کی۔ اس موقع پر

بابیوں نے دو اہم فیصلے کئے۔ (۱) قرآنی شریعت کو منسوخ کر دیا جائے (۲) باب کو رہا کرانے کے لئے مختلف دیہات و قصبات سے بابی مسلح گروہوں کی شکل میں قلعہ ماکو پہنچیں۔ قریشی حشمت اللہ صاحب بہائی لکھتے ہیں:۔

"اس مصیبت کے وقت میں جو کہ سر پر آدردہ تھے انہوں نے مشورہ کر کے ایک عام مجلسِ شوریٰ منعقد کی تا کہ کوئی فیصلہ کریں۔ اور اس موقع پر ایک بابی مرزا حسین علی نوری جنکو حضرت باب نے بہاء اللہ کا لقب دیا تھا خاص طور پر کامیدہ ثابت ہوئے اور آن کی اور قرۃ العین کی کوششوں سے یہ قریب قریب فیصلہ ہو گیا کہ نئے اصولوں پر چلا جائے لیکن بعض پرانی رائے پر جمے رہے" (بہاء اللہ کی تعلیمات ص۱۶)

دوسری قرارداد کی تعمیل بھی شروع ہو گئی۔ مرزا عبدالحسین بہائی مؤرخ نے لکھا ہے:۔

"فصارا کثرھم یحملون السلاح ونیا فرون جماعات لا یقل عددھا عن عشرین نفساً"

(الکواکب ص۲۲۵)

"اکثر ان میں سے ہتھیار بند ہوتے تھے اور بیس یا اس سے زیادہ افراد کی صورت میں سفر کرتے تھے"

مسلح جتھوں کا اس طرح نکلنے والی مسلح جماعتوں اور عوام کا تصادم ناگزیر تھا۔

اہلِ دیہات اور حکومت کی پولیس سے تصادم ہوا اور مُلک میں لاقانونی کی سی صورت پیدا ہو گئی۔ دوسری طرف باب نے نسخِ شریعتِ اسلامیہ کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے البیان نامی کتاب "قلعہ ماکو" میں لکھنی شروع کر دی۔ لکھا ہے :-

(۱) "وکان الباب کتب کتاب البیان اثناء حبسہ فی قلعۃ ماکو" (تاریخ بہائی امر صـ[illegible])

کہ باب نے ماکو کے قلعہ میں قید کے عرصہ میں کتاب بیان لکھی ہے۔"

(۲) رتّب کتاب البیان علیٰ تسعۃ عشر واحدًا وقسم کل واحد الیٰ تسعۃ عشر بابًا" (الکواکب صـ[illegible])

وہ البیان کو ۱۹ حصّوں پر تقسیم کرے گا اور ہر حصّہ میں ۱۹ باب لکھے گا"

لیکن وہ اس تجویز کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ لکھا ہے -

"ولکن حضرتہ لم یکمل بقلمہ کتابۃ جمیع ھٰذہ الابواب وانما تمم کتابۃ آحاد ثمانیۃ و تسعۃ ابواب من الواحد التاسع فقط" (الکواکب صـ[illegible])

کہ باب اپنے قلم سے البیان مکمل نہ کر سکا۔ اس نے صرف آٹھ حصّے مکمل طور پر لکھے ہیں اور نویں حصّے کے صرف نو باب لکھ سکا ہے"

اس جگہ قرۃ العین کے مختصر حالات ذکر کرنا بھی لازمی ہے کیونکہ نسخِ قرآن کی سکیم میں بدشت کانفرنس میں انہوں نے سب سے زیادہ پارٹ ادا کیا ہے جناب

قرۃ العین کا اصل نام جناب ام سلمیٰ ہے۔ یہ جناب مُلّا صالح القزوینی کی صاحبزادی ہیں۔ سن ولادت ۱۲۳۳ھ یا ۱۲۳۸ھ ہجری ہے۔ سنِ رُشد کو پہنچنے پر فرقہ شیخیہ میں شامل ہو گئیں۔ نہایت ذہین اور خوبصورت خاتون تھیں۔ سیّد کاظم رشتی نے انہیں "قرۃ العین" کا مشہور عام خطاب دیا تھا۔ ان کی شادی اپنے چچا کے بیٹے ملّا محمد سے ہوئی تھی مگر یہ اپنے خاوند کے گھر آباد نہ ہوئی تھیں۔ بدشت کانفرنس سے پہلے جب لوگ میاں بیوی میں مصالحت کرانے کی کوشش کر رہے تھے تو وہ اپنے خاوند کے متعلق کہنے لگی "لم یکن الخبیث لیقع کفوًا للطیّب قط" (الکواکب صـ۲۰۳) کہ وہ خبیث میرا کفو نہیں ہے کیونکہ میں طیّب ہوں۔ بہرحال اُن کی خانہ آبادی نہ ہو سکی۔

بابیوں میں قرۃ العین کا خاص درجہ ہے ان کا عملی دستور یہ تھا :-

"وکانت فی مجلس الاحباء مکشوفۃ الوجہ ولکن فی مجلس الاغیار تکلمھم من خلف حجاب"
(رسالہ التسع عشریہ صـ۱۰۹)

کہ قرۃ العین احباب کی مجلس میں بے پردہ ہوتی تھی اور غیروں سے بات کرنی ہو تو پسِ پردہ کرتی تھی"

بدشت کانفرنس میں جب وہ مقررہ سکیم کے مطابق سب کے سامنے کھُلے مُنہ آگئیں اس پر سب بابی دنگ رہ گئے۔ لکھا ہے :-

"[illegible] جمیع حاضرین پریشان شدند کہ چہ گونہ نسخ شرائع شدہ این [illegible] بے پردہ بروں آمدہ" (تذکرۃ الوفاء صـ۳۰۶)

سب حاضرین حیران ہو گئے کہ شریعت کس طرح منسوخ ہو گئی
اور یہ عورت کس طرح ننگے منہ اور بے پردہ باہر آگئی ہے۔"

بدشت کانفرنس کی کارروائیوں کا اجمالی نقشہ پروفیسر براؤن کی
شائع کردہ تاریخ میں یوں درج ہے:-

"در صحرائے خوش فضائے بدشت جمعے بے خود و گروہے
با خود و طائفہ متحیر و قومے مجنون و فرقہ فراری شدند۔"

(نقطۃ الکاف ص۱۵۲)

کہتے ہیں کہ قرۃ العین کو طاہرہ کا لقب اسی موقع پر دیا گیا تھا لکھا ہے:-

"واما لقب طاہرہ اول در بدشت واقع گشت وحضرت
اعلیٰ این لقب را تصویب و تصدیق فرمودند و در الواح مرقوم
گشت۔" (تحفۂ طاہرہ ص۵)

کہ قرۃ العین کو طاہرہ (پاکدامن) کا لقب پہلی مرتبہ بدشت
کے صحرا میں ہی ملا تھا۔ بعد ازاں باب نے اس کی تصدیق کر دی
اور الواح میں استعمال ہونے لگ گیا۔"

بہائی تاریخ سے ثابت ہے کہ قرۃ العین کا زیادہ تعلق ایک مخلص بابی حاجی
محمد علی بار فروشی قدوس کے ساتھ تھا۔ الکواکب میں لکھا ہے:-

"واذا ثبت ان السیدۃ سافرت حقیقۃ الی
خراسان فلابد وان یکون ذلک مع حضرۃ القدوس
لانہ الوحید الفرید الذی کانت تلک الزہراء

تعتمد علیہ وترکن الیہ فی بث اسرارھا ومکنونات
اطلاعاتہا ولم یتحاش مؤرخوا البابیۃ ذکر ھذہ
الرحلۃ الا تفادیًا عن وھم الواھمین وقطعًا
لدابر اقوال المفترین وافکارھم الباطلۃ
المنحطۃ۔" (الکواکب ص۲۲۶ و ص۲۲۷)

ترجمہ:- جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرۃ العین سچ مچ خراسان گئی
تھی تو یہ ضروری ہے کہ یہ سفر قدوس (ملا بار فروشی) کی معیت میں
ہوا ہو کیونکہ وہی اکیلا شخص تھا جس پر قرۃ العین کو بھروسہ تھا
اور جسے وہ اطمینان سے اپنے راز اور پوشیدہ بھید بتلایا کرتی تھی
دوسرے بابی مؤرخوں نے اس سفر کا ذکر محض بچاؤ کی خاطر نہیں کیا
تاکہ وہم کرنے والوں کا وہم اور مفتریوں کے اقوال کا ازالہ ہو
جائے اور ان کے لاف اور ناکارہ خیالات رک جائیں۔"

قرۃ العین بابیت کی تبلیغ میں سرگرم تھیں۔ باب کے قتل کیے جانے کے بعد
قرۃ العین نے بھی حکومت کے خلاف ایک کوشش کی تھی کہ گرفتار ہوئیں اور
بہائی روایت کے مطابق باب کے دو سال بعد انہیں گلا گھونٹ کر ہلاک
کر دیا گیا۔ (تذکرۃ الوفاء ص۳۱۰)

اب ہم پھر باب کے معاملہ کی طرف عود کرتے ہیں۔ حکومت بابیوں کی
مسلمانوں سرگرمیوں سے تنگ تھی۔ ادھر علماء نے باب کو واجب القتل
قرار دیدیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باب کے قتل کئے جانے کا فیصلہ ہوا۔

"بما ان حضرة السيّد الباب ادعیٰ مقام المهدويّة وعمل تغيّرات عظيمة فی الفروع الاسلاميّة لذلك وجب ولزم قتلهٗ" (الکواکب ص۲۳۳)

کہ چونکہ باب نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے اور اسلامی شریعت میں بہت تبدیلی کی ہے اس لئے اس کا قتل واجب ہے۔"

اس فیصلہ سے باب بہت فکرمند ہوئے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"کان حضرته متغيّرا الحال علیٰ خلاف المعتاد غائصًا فی بحر عميق من الافکار" (الکواکب ص۲۳۴)

کہ اس شب اس کی حالت غیر معمولی طور پر بدلی ہوئی تھی۔ وہ تفکرات کے عمیق سمندر میں غرق تھا۔"

اس موقع پر ان کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

الی الديان يوم الدين نمضی ؛ وعند الله تجتمع الخصوم

انہوں نے اپنے مریدوں سے خواہش کی کہ کوئی مجھے صبح سے پہلے ہی قتل کر دے۔ چنانچہ الکواکب میں لکھا ہے:-

"فيا حبّذا لو وجد من يقتلنی هٰذه الليلة فی هٰذا السّجن" (الکواکب ص۲۳۶)

نیز انہوں نے اپنے مریدوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا:-

"اے اصحاب! فردا کہ از شما سوال نمایند از حقیقت من تقیّہ نمائید ولعن کنید زیرا کہ حکم اللہ بر شما این است۔" (نقطۃ الکاف ص۲۲۰)

آخر کار باب ۱۸۴۹ء-۱۸۵۰ء کے درمیان آذربائیجان کے دارالخلافہ میں قتل کئے گئے:-

"۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان آذربائیجان کے دارالخلافہ میں شہید ہوئے۔" (بہاء اللہ کی تعلیمات ص۸)

بہائی مؤرخ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک بابی نے سازش کر کے شاہِ ایران پر گولی چلائی جس سے بابیوں کا ایران میں قتلِ عام ہوا:-

"حضرت باب شہید کئے گئے اور ان کے ایک خادم نے کچھ دیر بعد سازش کر کے بادشاہ پر گولی چلائی اور اس کے بعد بابیوں کا تمام ایران میں قتل عام ہوا۔" (بہاء اللہ کی تعلیمات ص۸)

اسی سلسلہ میں عصرِ جدید میں لکھا ہے:-

"اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابیوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ صادق نامی ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا۔ اپنے آقا کے عذابِ شہادت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ بدلے کے جوش میں بھر کر اس نے شاہِ ایران پر حملہ کر دیا۔"
(عصرِ جدید اردو ص۳۱)

پھر شاہِ ایران محمد شاہ فوت ہو گئے تو بابیوں نے عام مقابلہ شروع کر دیا جس میں طرفین کا کافی کشت و خون ہوا:-

"انّ البابيين احتسبوا وفاة المغفور له محمّد شاه

سفوزًا عظیمًا لهم وشرعوا فی المقاتلة والنزال وخرجوا علی الدولة والملة " (الکواکب ص۲۳)

مقالہ سیاح کا مصنف بابیوں کا دفاع کرتا ہوا لکھتا ہے:-

چونکہ اس مذہب کی بنیاد پڑتے ہی حضرت باب قتل کر دیئے گئے تھے اسی لئے یہ گروہ اپنی روش و رفتار اور شریعت و طریقت کے احکام سے محض بے خبر رہا۔ ان کے عقائد کی بنیاد صرف حضرت باب کی سچی محبت تھی اور یہی بے خبری بعض مقاموں میں بگاڑ کا سبب ہوئی ہے اور جب ان لوگوں نے اپنے اوپر سخت دباؤ پڑتا دیکھا تو اپنے بچاؤ کے لئے مجبورًا ہاتھ اٹھایا " (مقالہ سیاح اردو ص۲۹)

بابیوں کی باغیانہ حرکت سے ان کے مشاہیر گرفتار کر لئے گئے جن میں بہاء اللہ بھی تھے جن کو روسی اور انگریزی سفیر نے چھڑایا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

۱:- اس باغیانہ حرکت کے ارتکاب سے یہ فرقہ بدنام ہو گیا۔ ابتداء میں کچھ پوچھ گچھ ہی نہیں تھی مگر اس کے بعد حکومت کی طرف سے تحقیقات شروع ہوئی اور اس فرقہ کے تمام مشاہیر تہمت کے جال میں پھنس گئے " (مقالہ سیاح ص۲۵)

۲:- اسی زمانہ میں مرزا حسین علی بہاء اللہ بھی قید کئے گئے۔ اور صرف ایک ضلع میں ان کے چار سو قصبہ ضبط ہوئے۔ اور اگر انگریزی اور روسی سفیر سفارش نہ کرتے تو شاید دنیا کی تاریخ ایک عظیم الشان شخص کی زندگی کے حالات سے خالی رہ جاتی " (بہاء اللہ کی تعلیمات مطبوعہ ۱۹۵۰ء - مصر [illegible])

باب نے رمضان ۱۲۶۵ھ ہجری میں اپنی زندگی کو خطرہ میں پاکر مرزا حسین علی الملقب بہاء اللہ کے سوتیلے بھائی مرزا یحییٰ صبح ازل کے بارے میں وصیت کر دی تھی۔ وصیت یہ تھی:-

" اللہ اکبر تکبیرًا کبیرًا

ھذا کتاب من عند اللہ المھیمن القیوم الی اللہ المھیمن القیوم قل کل من عند اللہ مبدءون قل کل الی اللہ یعودون ھذا کتاب من علی قبل نبیل ذکر اللہ للعالمین الی من یعدل اسمہ اسم الوحید ذکر اللہ للعالمین قل کل من نقطۃ البیان لیبدءون ان یا اسم الوحید فاحفظ ما نزل فی البیان وامر بہ فانک لصراط حق عظیم " (مقدمہ نقطۃ الکاف ص۔د)

ترجمہ:- اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ خط خدائے مہیمن و قیوم کی طرف سے خدائے مہیمن و قیوم کی طرف لکھا گیا ہے۔ کہدے کہ سب اللہ سے شروع ہوتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں یہ خط محمد علی کی طرف سے جو ذکر للعالمین ہے یحییٰ کی طرف جو ذکر للعالمین ہے۔ کہدے کہ سب نقطہ بیان سے شروع ہوتے ہیں۔ اے یحییٰ! البیان میں نازل شدہ کی حفاظت کر اور اسکے مطابق حکم دے تو سچا اور عظیم صراط ہے "

باب نے اسے صبح ازل کا لقب دیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"وقد سمّاہ حضرۃ الباب بھذا اللقب (صبح ازل) الحکمۃ ما" (البہائیہ ص۳)

اور اس نے چاہا کہ عام بابیوں و غیرہم کی نگاہیں صبح ازل پر مرکوز ہو جائیں۔ اس بارے میں یہ تجویز کی کہ :۔

"ثمّ امر بعض الاصحاب بان یشھروا اسمہ بین عامۃ الصحب لتتحوّل الانظار نوعًا الیہ" (الکواکب ص۲۸۹)

بعض اصحاب کو حکم دیا کہ عام بابیوں میں مرزا یحییٰ کا نام مشہور کر دیں تا ایک حد تک اس کی طرف نظریں متوجّہ ہو جائیں۔"

بہائی مؤرخ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ مشہور ہوا کہ :۔

"کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ سب کی توجّہ حضرت بہاء اللہ کی طرف سے ہٹ کر کسی غائب شخص کی طرف ہو جائے۔ اور اس تدبیر سے بہاء اللہ لوگوں کی مزاحمت اور ایذاء سے محفوظ رہیں لیکن چونکہ اس امر کے لئے کسی اجنبی آدمی کو منتخب کرنا خلاف مصلحت تھا اسلئے بہاء اللہ کے بھائی مرزا یحییٰ کو اس کام کیلئے منتخب کیا۔ غرضیکہ بہاء اللہ کی تائید اور ہدایت سے اس کو تبلۂ آمال مشہور کیا اور اپنوں اور بیگانوں میں اس کو شہرت دی اور اسی کی طرف سے چند خطوط حضرت باب کے نام لکھے۔ چونکہ در پردہ پہلے اس امر کا ذکر حضرت باب سے ہو چکا تھا اس لئے یہ رائے انہوں نے

بھی نہایت پسند کی" (رباب الحیاۃ ترجمہ مقالہ سیاح ص۵۵)

گویا بہائیوں کے نزدیک صبح ازل باب کا اصل جانشین نہ تھا بلکہ اسے بہاء اللہ کے لئے بطور پردہ استعمال کیا گیا تھا۔ ازلی یعنی مرزا یحییٰ کے پیرو بہائیوں کو اس بیان میں غلط کار قرار دیتے ہیں۔ طرفین نے ایک دوسرے کو دجال وغیرہ کے خطرناک القاب سے موسوم کر رکھا ہے۔ مگر اس جگہ بطور ایک مؤرخ کے ہم اس قسم کے امور کی طرف صرف اشارہ ہی کر سکتے ہیں۔ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ یہ سکیم بعد میں سانپ کے منہ میں چھپکلی کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔

باب کے قتل کے بعد بہاء اللہ بھی قید کئے گئے۔ قید خانہ تاریک و تنگ تھا۔ چنانچہ بہاء اللہ کہتے ہیں :۔

"وہ قید خانہ جو اس مظلوم اور دوسرے مظلوموں کی جگہ تھی، فی الحقیقت ایک تنگ و تاریک مُردہ خانہ بھی اس سے اچھا ہوتا ہے" (لوح ابن ذئب ص۱۶)

اسی قید خانہ میں سوچتے سوچتے بہاء اللہ نے بابیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا۔ لکھا ہے :۔

"اس قید خانہ میں دن رات ہم بابیوں کے اعمال و احوال کو سوچتے تھے کہ اس قدر بلندی و برتری اور فہم و ادراک رکھتے ہوئے ان سے ایسا کام ظاہر ہوا۔ یعنی ذاتِ شاہانہ پر حملہ کرنا۔ پھر اس مظلوم نے ارادہ کر لیا۔ کہ قید خانہ سے نکل کر پوری ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو تہذیب و شائستگی

سکھانے کھڑا ہوگا۔ راتوں میں سے ایک رات عالم رؤیا میں
ہر سمت سے یہ بلند کلمہ سنائی دیا۔ انّا ننصرك بك و
بقلمك لاتحزن عمّا ورد عليك ولاتخف انّك
من الآمنين۔ سوف يبعث الله كنوز الارض وهم
رجال ينصرونك بك وباسمك الّذى به احيا
الله افئدة العارفين " (لوح ابن ذئب ص۱۶)

جب تین ماہ کے بعد رہا ہوئے تو بہاء اللہ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے نام سے عراق کے لئے روانہ ہوئے اور اس وقت ایرانی اور روسی حکومت کے سپاہی ان کی نگرانی کرتے تھے مقالہ سیاح کا مصنف لکھتا ہے:۔

"حضرت بہاء اللہ نے درخواست کی کہ ان کو مقدس مقامات
مذہبی کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی جائے چند مہینے
کے بعد بادشاہ اور وزیر اعظم سے اجازت حاصل کر کے شاہی
غلاموں کے ساتھ ان مقاماتِ مقدسہ کی طرف روانہ ہوئے "
(رباب الحیاۃ ص۴۲)

بہاء اللہ صاحب خود لکھتے ہیں۔

"حسب الاذن و اجازۂ سلطانِ زمان ایں عبد از مقر
سریر سلطانی بعراق عرب توجہ نمود۔ دوازدہ سنہ در آں
ارض ساکن " (رباب الحیاۃ ص۱۳۵)

جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔

"خرجنا من الوطن ومعنا فرسان من جانب
الدولة العلية الايرانية ودولة الروس الى ان
وردنا العراق بالعزة والاقتدار "
(نبذة من تعاليم البهاء مطبوعہ مصر ص۹)

ترجمہ:۔ کہ جب ہم ایران سے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ
حکومت ایران اور حکومت روس کے سوار تھے یہاں تک کہ
ہم عراق میں عزّت و تکریم کے ساتھ پہنچ گئے "

اب بہائی تحریک کا آغاز ہوتا ہے۔ بہاء اللہ یعنی مرزا حسین علی صاحب طہران میں ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء مطابق ۲ر محرم ۱۲۳۳ھ ہجری کو مرزا عباس نوری کے گھر پیدا ہوئے تھے لکھا ہے کہ:۔

"حضرت بہاء اللہ نے کسی کالج یا سکول میں تعلیم نہ پائی تھی۔
جو کچھ آپ نے پڑھا تھا وہ گھر میں ہی سیکھا تھا " (عصر جدید اردو ص۲۹)

۱۸۴۴ء میں بہاء اللہ ستائیس برس کی عمر میں باب پر ایمان لائے تھے ۱۸۵۰ء میں باب اپنی نئی شریعت "البیان" کو نا تمام چھوڑ کر قتل ہو گئے۔ تب بہاء اللہ کے سامنے بدشت کانفرنس کی تجویز کے مطابق قرآنی شریعت کے نسخ کا سوال سب سے اہم تھا۔ ایران سے جناب بہاء اللہ محرم ۱۲۶۹ھ ہجری میں قافلہ سمیت بغداد پہنچ گئے۔ صبح ازل کی مخالفت کا سلسلہ یہاں بھی جاری تھا۔ اس سے تنگ آ کر آپ کسی کو اطلاع دیئے بغیر دو سال کے لئے سلیمانیہ کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ لوح ابن ذئب میں لکھتے ہیں:۔

"یہ مظلوم ہجرت دو سال جس میں پہاڑوں اور بیابانوں میں رہا اور بعض لوگوں کے سبب جو مدت تک بیابانوں میں تلاش کرتے رہے دارالسلام واپس آیا۔" (لوح ابن ذئب ص۱۱۱)

ایک بہائی مؤرخ لکھتا ہے:-

شاید مراد از این غیبت این بود کہ در تنہائی و محلِ خالی از جدال و نزاع از برائے تاسیس و بنائے کار الٰہی خود قوتِ معنوی ذخیرہ فرمایند۔ (تاریخ امر بہائی ص۳۳)

واپسی پر آپ نے مخفی طور پر من یظہرہ اللہ کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح اور بھی چار پانچ بابیوں نے یہ دعویٰ کیا تھا (مقدمہ نقطۃ الکاف صلہ) تو ازلیوں نے شدید مخالفت کی۔ بغداد میں گیارہ بارہ سال انہی اختلافات میں گذرے جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں:-

"یہ مظلوم دن رات قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پکار رہا ہے کہ شاید تنبیہ کا سبب ہو۔" (لوح ابن ذئب ص۱۲۰)

آخر عثمانی حکومت نے ۳۱ اگست ۱۸۶۸ء کو صبح ازل کو قبرص اور بہاء اللہ کو عکہ بھیج دیا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"یہاں آپ نے عام طور سے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا جسے بابیوں کی کثیر جماعت نے قبول کیا اور بہائی کہلانے لگے۔ ایک چھوٹی سی جماعت نے مرزا یحییٰ کی سرکردگی میں نہایت شدت سے اس کی مخالفت کی اور آپ کے مٹا دینے کی سازشوں میں آپ کے پرانے

دشمن شیعوں سے جا ملے۔ یہ تفضیہ روز بروز شدید ہوتا گیا۔ آخر کار حکومتِ عثمانی نے آپ کو مع آپ کے اصحاب کے عکا بھیج دیا اور مرزا یحییٰ کو جزیرہ قبرص میں روانہ کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۱ اگست ۱۸۶۸ء کا ہے۔" (بہاء اللہ و عصر جدید ص۳۷)

صبح ازل نے البیان کو محو کیا اور اپنی نئی شریعت المستیقظ مرتب کی۔ چنانچہ جناب بہاء اللہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھا:-

۱- "ان دنوں ہم نے سنا ہے کہ تو نہایت ہمت سے بیان کے جمع کرنے اور اسے محو کر دینے میں لگا ہوا ہے۔"

(لوح ابن ذئب ص۱۱۱)

۲- "جناب آقا ابوالقاسم کاشی اور کچھ دوسروں کو میرزا یحییٰ کے فتویٰ سے شہید کیا۔ اے ہادی اس کی کتاب جس کا نام اس نے مستیقظ رکھا ہے تیرے پاس موجود ہے پڑھ۔"

(لوح ابن ذئب ص۱۱۱)

بہاء اللہ کی ایک بہن بھی صبح ازل سے مل گئی۔ خود بہاء اللہ لکھتے ہیں:-

"بعد کو میرزا یحییٰ سے جا ملی اور اب طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں۔ معلوم نہیں کیا کہتی ہے اور کیا کرتی ہے۔"

(لوح ابن ذئب ص۱۱۲)

بہائیوں کے نزدیک البیان منسوخ ہے۔ اس کی حیثیت بہاء اللہ کی وحی کردہ کتاب کی ہے۔ اسے اس کے نسخ کا اختیار ہے۔ اس بارے میں

لکھا ہے :-

(۱) "حضرت باب نے بعض موقعوں پر یہ بھی لکھ دیا تھا - کہ میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اس وقت تم کو ملے گا جبکہ من یظھرہ اللہ ظاہر ہوگا اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کریگا اس پر عمل کرنیکا حکم دیگا۔"

(بہاء اللہ کی تعلیمات ص۱۷)

(۲) "انّ البیان قد اوحی الیہ ممن یظھرہ اللہ۔"

(عصر جدید عربی ص۵۳)

کہ باب پر البیان بہاء اللہ نے وحی کی تھی۔

(۳) حضرت مبشر روح ماسواہ فداہ احکامے نازل فرمودہ اند ولکن عالم امر معلّق بود بقبول - لہذا این مظلوم بعضے را اجرا نمود و در کتاب اقدس بعبارات اخریٰ نازل و در بعضے توقف نمودیم۔" (نبذۃ من تعالیم البہاء ص۳)

سنہ ۱۸۶۳ء کے قریب ادرنہ میں بہاء اللہ نے صاف طور پر دعویٰ کیا تھا۔ جس سے لوگ بہائی کہلانے لگے۔ جیسا کہ حشمت اللہ صاحب بہائی لکھتے ہیں :-

"جب بابیوں کی حالت بے سردار کے بہت نازک ہونے لگی۔ تو ایڈریانوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت تم کو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے اپنی جان فدا کی ہے

وہ میں ہی ہوں۔ "من یظھرہ اللہ" میرا ہی لقب ہے - اوّل تو سب کو شک سا ہوگیا لیکن رفتہ رفتہ قریب قریب سب بابیوں نے حضرت بہاء اللہ کو "من یظھرہ اللہ" تسلیم کیا - اور اس دن سے جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا اُن کا نام بہائی ہوگیا۔"

عثمانی حکومت نے ان لوگوں سے نہایت اچھا سلوک کیا - بہاء اللہ لکھتے ہیں :-

"در حقیقت سلطنت کی طرف سے کمال محبت و عنایت ان مظلوموں کی نسبت ظاہر و مشہود ہوئی۔" (لوح ابن ذئب ص۵۲)

عکا میں جو حالت تھی اس کا نقشہ عبد البہاء آفندی کی مندرجہ ذیل چار عبارتوں سے ظاہر ہے :-

۱۔ "حضرت بہاء اللہ برائے نام قیدی تھے - کیونکہ سلطان عبد العزیز کے فرمان کبھی منسوخ نہ ہوئے تھے - مگر حقیقت میں آپ نے اپنی زندگی و سلوک میں ایسی شرافت اور ایسا دبدبہ دکھایا کہ سب آپکی عزّت کرتے اور آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ فلسطین کے گورنر آپ کے اثر اور قوّت پر رشک کرتے تھے - گورنر، متصرف، جرنیل اور بڑے بڑے افسر نہایت عاجزی سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کرتے جو شاذ و نادر ہی آپ منظور فرماتے۔" (عصر جدید اُردو ص۴۳)

۲۔ سلطان عبد العزیز کے سخت فرمان کے باوجود جس میں مجھے

جمال مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ میں گاڑی لیکر دوسرے دن درِ مبارک پر حاضر ہوا اور آپ کو ساتھ لیکر محل (محمد پاشا کا باغیچہ و کوٹھی) کی طرف لے گیا۔ اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آ گیا۔ آپ دو سال تک اس خوبصورت اور پیاری جگہ رہے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ آپ بہجی میں تشریف لے جائیں۔" (عصر جدید اردو ص۴۲)

۳۔ "وہاں اصلی حشمت و جلال کے دروازے کھول دیئے گئے۔" (ایضاً ص۴۲)

۴۔ "وکانت هبات مئات الالوف من الاتباع المخلصين قد جعلت تحت يديه اموالاً طائلة كان يدبّرها بنفسه۔" (عصر جدید عربی ص۴۳)

اس فارغ البالی میں آپ کیا کرتے تھے اور آپکا کیا شغل تھا۔ لکھا ہے:۔

"آپ کا وقت زیادہ تر عبادت و ذکر و شغل، دعا و مناجات، کتبِ مقدسہ اور الواح کے نزول اور احباب کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں گزرتا۔" (بہاء اللہ اور عصر جدید ص۴۲)

۲۸ مئی ۱۸۹۲ء کو آپ فوت ہوئے۔ حشمت اللہ صاحب بہائی لکھتے ہیں:۔

"۱۸۶۸ء سے لیکر ۱۸۹۲ء تک حضرت بہاء اللہ عکہ میں قید رہے اور پچھتر سال کی عمر میں چالیس سال کی قید کے بعد

عکہ سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ایک باغ بہجی میں رحلت کی۔" (ص۲۲)

مصنف "بہاء اللہ کی تعلیمات" نے چالیس سال قید کی مدت بتانے میں بھی مبالغہ سے کام لیا ہے ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک چوبیس سال بنتے ہیں نہ چالیس سال۔

جناب بہاء اللہ کی تین بیویاں تھیں (۱) محترمہ نوابہ صاحبہ دختر نواب طہران۔ ان سے بہاء اللہ کا نکاح ۱۲۵۰ھ ہجری میں ہوا۔ نوابہ صاحبہ کا لقب "ام الکائنات" ہے۔ ان کے بطن سے دو لڑکے عباس آفندی اور میرزا مہدی نیز ایک لڑکی بہائیہ پیدا ہوئے۔ میرزا مہدی بہاء اللہ کی زندگی میں ہی چھت سے گر کر فوت ہو گیا تھا۔

(۲) محترمہ مہد علیا۔ یہ جناب بہاء اللہ کی دوسری بیوی ہیں۔ ان کے بطن سے چار بچے یعنی تین لڑکے میرزا محمد علی، میرزا بدیع اللہ، میرزا ضیاء اللہ پیدا ہوئے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

(۳) محترمہ گوہر خانم۔ ان سے جناب بہاء اللہ نے قیامِ بغداد کے زمانہ میں شادی کی۔ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی فروغیہ خانم زندہ رہی باقی بچے فوت ہو جاتے رہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو الکواکب الدریہ فارسی جلد ۲ ص۲۰ تا ص۲۱)

بہاء اللہ کی وفات پر ان کے بیٹے عبد البہاء جانشین ہوئے۔ ان کی لمبی داستان ہے ان کے محادثات اور خطابات نے بہائیت کی شکل ہی بدل دی ہے۔

بہاء اللہ کی وصیت کے مطابق ان کے بعد ان کے بھائی مرزا محمد علی کو

دوسرا خلیفہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر عبد البہاء نے اپنے نواسے شوقی آفندی کو بہائیوں کا زعیم مقرر کر دیا۔ ابھی تک شوقی آفندی ہی زعیم ہیں۔ یہ بابی اور بہائی تحریک کی مختصر تاریخ ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

دُوسرا مقالہ

بہائیوں کے عقائد اور تحریکِ احمدیّت

معزز حضرات! کل شام ہم نے بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ پر ایک مقالہ آپ کے سامنے پڑھا تھا۔ آج کے مقالہ کا عنوان "بہائیوں کے عقائد اور تحریکِ احمدیت" ہے۔ بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ کے سلسلہ میں ہم نے بعض مشکلات کا ذکر کیا تھا جنہیں اپنے اور بیگانے سب محسوس کرتے ہیں۔ ایک بڑی مشکل بابیوں یا بہائیوں کی کتابوں کی نایابی اور کمیابی ذکر ہوئی تھی۔ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا تھا کہ چونکہ بہائی تحریک کے بانی نے مرزا حیدر علی صاحب اصفہانی بہائی مبلغ کو تاکید فرمائی تھی "اُستُر ذھبک وذھابک و مذھبک" (البہجۃ الصدور ص) یعنی اپنے سونے، اپنی آمد و رفت اور اپنے مذہبی عقائد کو چھپا کر رکھو۔ اسلئے بہائی تحریک میں بہت سے امور مخفی رکھے جاتے ہیں اور ایک مؤرخ اور محققِ عقائد کے لئے بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں۔ جناب بہاء اللہ نے اپنے اس قول میں مذہب کے مخفی رکھنے کا حکم دیا ہے اسلئے آپ حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ بہائیوں کے عقائد کو صحیح طور پر جاننا کچھ آسان نہیں ہے۔ جناب عبد البہاء نے اپنے ایک پیرو شیخ فرج اللہ کُردی مصری کے نام ایک خط میں تلقین فرمائی ہے "علیکم بالتقیۃ" (مکاتیب

عبدالبہاء جزو سوم ص۱۲۵) کہ لوگوں کے پردوں، ان کی ضد اور ان کی عقلوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے تمہارا فرض ہے کہ تقیہ کو اختیار کرو جس کے صاف پتے ہیں کہ بہائی مبلغین اور بالخصوص ایرانی بہائی اپنے عقائد میں تقیہ اختیار کریں گے۔

اس تقیہ اور اخفاءِ مذہب کی مشکل کے ساتھ ساتھ ایک دوسری مشکل یہ بھی ہے کہ جناب عبدالبہاء نے بہائیت کے میدان کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں:-

"اذا کنتَ فی جمعیّۃٍ او ھیئۃٍ فلا تفارق اخوانك فانّك یمکنُك ان تکون بہائیاً مسیحیّاً و بہائیّاً ماسونیّاً وبہائیّاً یہودیّاً وبہائیّاً مُسلِماً" (مفاوضات عبدالبہاء ص۱۲۱)

کہ تو جس جمعیت یا انجمن میں ہو تجھے بہائی ہونے کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو عیسائی ہوتے ہوئے بھی بہائی رہ سکتا ہے۔ موسوی ہوتے ہوئے بھی بہائی رہ سکتا ہے اور تو یہودی بہائی اور مسلم بہائی بھی بن سکتا ہے۔"

اس سے بھی بڑھ کر جناب بہاء اللہ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ بہائی ہونے کے لئے بہاء اللہ کا نام تک سننا ضروری نہیں۔ چنانچہ عصر جدید اور بہاء اللہ میں لکھا ہے:-

"In one of his London talks he said that a man may be a Bahai even if he has never heard the name of Bahaullah"

(Bahaullah and the New Era P. 92)

افسوس ہے کہ بہائیوں نے عصر جدید کے اُردو ترجمہ سے یہ حوالہ حذف کر دیا ہے۔ عصر جدید عربی میں اس کا ترجمہ یوں لکھا گیا ہے:-

"یصحّ ان یکون الانسان بہائیّاً ولو لم یسمع بِسم بہاء اللہ" (عصر جدید عربی ص۸۷)

پس ان حالات میں ایک جویائے حق کے لئے بہائیوں کے عقائد کا صحیح طور پر جاننا کچھ آسان بات نہیں ہے۔

بہائیوں کے عقائد پر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ بہائی عقیدہ کی رُو سے جناب باب، جناب بہاء اللہ، جناب عبدالبہاء بلکہ جناب شوقی افندی تک ایسے مقام پر ہیں کہ ان کے بیان اور قول کو الہام اور وحی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ جناب بہاء اللہ اور عبدالبہاء کو جب عصمتِ کبریٰ کے مقام پر مانا جائے گا تو ان کے ہر قول کو بہائی عقائد کیلئے اساس اور بنیاد سمجھنا ضروری ہوگا۔ بہائیوں کے نزدیک انہیں عصمتِ کبریٰ حاصل ہے اور عصمتِ کبریٰ والے شخص کے متعلق جناب بہاء اللہ تحریر کرتے ہیں:-

لو يحكم على الماء حكم الخمر وعلى السماء
حكم الارض وعلى النور حكم النار حق لا ريب
فيه وليس لأحدٍ ان يعترض عليه او يقول
لِمَ وبِمَ ...... لِلكلّ ان يتبعوه فيما حكم
به الله والذى انكره كفر بالله وآياته ورسله
وكتبه انه لو يحكم على الصواب حكم الخطاء و
على الكفر حكم الايمان حقّ من عنده"
(نبذة من تعاليم بہاء اللہ ص۹)

گویا ایسا شخص اگر پانی پر شراب کا حکم لگائے تو بھی روا ہے اور اگر آسمان کو زمین قرار دیدے تب بھی درست ہے اور اگر نار کو نور قرار دیدے تب بھی اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے اشخاص کے احکام کی سرتابی اللہ اور اس کے سارے رسولوں اور اس کی ساری کتابوں کے انکار کے مترادف ہے۔ وہ اگر نادرست کو درست قرار دے اور کفر کو ایمان ٹھہرائے تو ایک بہائی اس کے ماننے پر مجبور ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے یہ بیان غیر متعلق طور پر ذکر نہیں کیا کیونکہ جیسا کہ آپ ابھی سنیں گے اور خود بہائی کتابوں میں مشاہدہ فرمائیں گے بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جناب بہاء اللہ نے ایک عقیدہ کا اعلان کیا ہے اور اسے درست ٹھہرایا ہے لیکن جناب عبد البہاء نے اسے غلط سمجھتے ہوئے اس کے مخالف دوسرا عقیدہ اختیار کر لیا اور اس کا اعلان کر دیا ہے، یا جناب

بہاء اللہ نے ایک عمل کو شریعت کے مطابق ٹھہرایا ہے مگر جناب عبد البہاء نے اُسے نادرست ٹھہراتے ہوئے اس کے مخالف عمل کو اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ عقائد کی بحث میں آپ اس کی مثالیں مشاہدہ کریں گے۔ مگر محض مثال کے طور پر اعمال کی ایک مثال اس جگہ ذکر کی جاتی ہے تا کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم نے یہ دعویٰ نادرست طور پر ذکر کر دیا ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ جناب بہاء اللہ نے اپنی شریعت اقدس میں حکم دیا ہے "کُتب علیکم الصلوٰۃ فرادیٰ قد رفع حکم الجماعۃ" کہ نماز باجماعت کا حکم منسوخ کیا جاتا ہے اور تمہیں الگ الگ نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ بہائیوں کی مذہبی دروس کی کتاب "دروس الدیانۃ" نامی کے درس ص۱۹ میں لکھا ہے کہ:-

"در شریعت ما حکم جماعت نیست۔ ہر کس باید بہ تنہائی نماز بخواند"
کہ ہماری شریعت میں باجماعت نماز پڑھنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔
ہر شخص کو چاہیئے کہ اکیلا نماز پڑھے"

لیکن اس کے برخلاف جناب عبد البہاء فرماتے ہیں:-

"اس قسم کے خیال کرنا بیہودگی ہے۔ کیونکہ جہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہاں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ علیحدہ علیحدہ سپاہی اکیلے لڑتے ہوئے ایک متحدہ فوج کی سی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ روحانی جنگ میں اگر سب سپاہی اکٹھے ہو کر لڑیں تو انکے متحدہ روحانی خیالات ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں" (بہاء اللہ عصر جدید ص۱۰۹)

اِس مثال سے ظاہر ہے کہ مذہبی اعمال میں جناب بہاء اللہ اور عبدالبہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بہائیوں کے عقائد معلوم کرنے کے لئے خاصی جدّ و جہد کرنے کی ضرورت ہے۔ اور کوئی شخص آسانی سے ان کے حقیقی عقائد کو معلوم نہیں کر سکتا۔

ان مشکلات کے باوجود ہم آپ کے سامنے بہائیوں کے خصوصی عقائد کو خود ان کی اپنی تحریروں سے پیش کر رہے ہیں۔ عقائد کا معاملہ انسان کے دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کوئی شخص دوسرے کے دل کے خیالات سے آگاہ نہیں۔ دلوں کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لئے جس عقیدہ کو انسان اپنے قول یا اپنی تحریر سے ظاہر کرے وہی اس کا عقیدہ سمجھا جانا ضروری ہے۔ اور کسی شخص کا یہ حق نہیں کہ دوسرے کی طرف ایسی بات منسوب کرے یا ایسی بات کو اس کا عقیدہ قرار دے جسے وہ شخص نہیں مانتا۔ اہلِ مذاہب اپنے مخالفین کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کر دیتے ہیں جو اُن کی مسلّمہ نہیں ہوتیں۔ ہم نے اس امر کی پوری احتیاط کی ہے کہ ہمارے مقالہ میں ا[illegible] طرف کوئی ایسا عقیدہ یا ایسا مسئلہ منسوب نہ ہو جسے وہ نہ مانتے ہوں۔ بہائی صاحبان کو یہ حق ہے کہ اگر وہ ہمارے مضمون میں کوئی ایسا عقیدہ دیکھیں تو اس کے متعلق صراحت کر دیں کہ یہ ہمارے مسلّمات میں سے نہیں ہے۔ ہاں ہم اس جگہ یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ [illegible]ئیوں کے اپنے لیڈروں کے بیانات اور عقائد میں جو اختلاف اور تضاد [illegible] اتا [illegible] اس کے متعلق کوئی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہیں البتہ جو

عقیدہ ہم اُن کے کسی لیڈر کی طرف منسوب کریں گے اس کے لئے ان کی تحریر کا حوالہ دینے کے ہم ذمّہ دار ہوں گے۔

آج کے لیکچر کا عنوان صرف بہائیوں کے عقائد نہیں بلکہ اس سلسلہ میں ان عقائد کے متعلق تحریکِ احمدیت کے موقف کا ذکر کرنا بھی مضمون کا حصّہ ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں بہائیوں کے عقائد کے ساتھ ساتھ احمدی جماعت کے موقف کو بھی ذکر کرتے جائیں گے۔

(۱) بہائی توحید بانیٔ بہائیت جناب بہاء اللہ کے دعوے کی نوعیت کل شام کے مقالہ کا مضمون ہے۔ اور اس پر ہم اُسی وقت پوری بحث کریں گے انشاء اللہ۔ اس جگہ صرف اتنا ذکر کیا جاتا ہے کہ بہائی لوگ جناب بہاء اللہ کے اندر اسی طرح سے لاہوتی اور ناسوتی طبیعتوں کے معتقد ہیں جس طرح عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔ عیسائیوں کا اس بارے میں جو عقیدہ ہے اس کے متعلق ابوالفضل صاحب بہائی لکھتے ہیں:۔

> "علماء سوریہ وسائر بلادِ شرق حضرتِ عیسیٰ را دارائے دو طبیعت و مشیّت دانستند۔ و آں عبارت است از مشیّت لاہوت و مشیّت ناسوت یعنی الوہیت و بشریت"
>
> (الفرائد مصنّفہ ابوالفضل بہائی ص۱۲۹)

اسی کے بعد بہاء اللہ کے متعلق بہائیوں کی مسلّمہ کتاب دروس الدیانۃ میں بہاء اللہ کی لاہوتی اور ناسوتی طبیعت کا ذکر

بالفاظ ذیل موجود ہے:۔

"مقصود از اصلِ قدیم و یا اصلِ قویم و یا بحرِ محیط یا قوامِ حقیقت نورانیہ الٰہیہ است کہ مؤثر در وجود و محیط بر عوالمِ غیب و شہود است۔ حضرتِ من ارادہ اللہ، روح ماسواہ فداہ ازاں روئیدہ و ازاں بحر منشعب شدہ اند۔ و دیگراں از اصلِ حادث کہ مقامِ ظاہری جسمانیت روئیدہ و از جنبۂ ناسوتی خلق شدہ اند"

(دروس الدیانۃ مطبوعہ مصر ص۹۰ درس پنجاہ و نہم)

خود جناب بہاء اللہ نے اہلِ بیان کو خطاب کرکے کہا ہے:۔

"قل یا ملأ البیان قد اتی مولی العباد فی یوم المیعاد" (مجموعہ اقدس ص۹)

ترجمہ:۔ اے اہلِ بیان تمام بندوں کا خدا مقررہ دن میں آگیا ہے"

انہوں نے اپنے آپ کو تمام انبیاء کا مقصود اور آسمان و زمین کا اللہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے:۔

"ھذا یوم لو ادرکہ محمد رسول اللہ لقال قد عرفناك یا مقصود المرسلین ولو ادرکہ الخلیل لیضع وجھہ علی التراب خاضعاً للہ ربك ویقول قد اطمأن قلبی یا اللہ من فی

ملکوت السماوات والارضین" (الواح مبارکہ ص۹۴)

یاد رہے کہ بہائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو عیسائیوں کا ان کے متعلق ہے۔ جناب عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"حقیقتِ مسیحیہ کہ کلمۃ اللہ است البتہ من حیث الذات والصفات والشرف مقدم بر کائنات است"

(مفاوضات ص۸۴)

پھر رسالہ بہاء اللہ اور عصر جدید میں لکھا ہے:۔

"حضرت عیسٰی ایک وسیلہ تھے اور عیسائیوں نے آپ کے ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار کیا آپ کے چہرہ میں انہوں نے خدا کے چہرہ کو دیکھا۔ اور آپ کے لبوں سے انہوں نے خدا کی آواز کو سنا۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔ . . . . . کہ ربّ الافواج ابدی باپ دنیا کے بنانے اور بچانے والے کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری ایام میں واقع ہونے والی ہے اس سے سوائے اس کے اور کچھ مراد نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر ہوگا۔ جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل (جسم) کے ذریعہ ظاہر کیا تھا۔ اب وہ اس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا ہے جس کیلئے یسوع اور تمام پہلے انبیاء لوگوں کے قلوب تیار کرنے

آئے تھے۔" (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۲۵۴)

گویا قرآن مجید نے مسیحیت کے جس عقیدہ کو کفر قرار دیا تھا۔ اہل بہاء نے اُسے صاف طور پر حق اور درست ٹھہرایا ہے۔ قرآن مجید تو عیسائیوں کے عقیدۂ ابنیت پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اسے کفر قرار دیتا ہے مگر بہائی صاحبان اس بارہ میں عیسائیوں کے موقف کو بالکل صحیح رویّہ قرار دیتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کی آمد کو اسی طرح انسانی شکل میں خدا کی آمد مانتے ہیں۔ جس طرح عیسائی مانتے چلے آئے ہیں یہی وجہ ہے کہ جناب عبدالبہاء نے صاف طور پر فرما دیا ہے :-

"واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت بہاء اللہ کے احکام بالکل ایک سے ہیں اور ان کے طریقے بھی ایک سے ہیں۔"

(بہاء اللہ او رعصر جدید صفحہ ۳۱۱)

گویا بہائیت اسی قسم کی توحید کو پیش کرتی ہے اور اسی طرح اپنے بانی کو انسانی جامہ میں اللہ ٹھہراتی ہے جس طرح نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔ گویا بہائیت کی پیشکردہ توحید بعینہٖ عیسائیت کی پیش کردہ توحید ہے اسی لئے ابوالفضل بہائی لکھتے ہیں :-

"خلاصة القول ان تعدد الألهة عند الوثنيين لاينافي اذعانهم بوحدة ذات الله تعالى كما ان تعدد الاقانيم عند النصارى

لاينافي اذعانهم بوحدانية الله تعالى وفردانيته۔"

(الحجج البہیۃ مصنفہ ابوالفضائل صفحہ ۱۹)

پس بہائیوں اور عیسائیوں کی توحید ایک ہی رنگ کی ہے بہاء اللہ کے متعلق بہائی عقیدہ الفاظِ ذیل سے ظاہر ہے :-

"حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتًا ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقامِ بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اس طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرے۔ اور لوگوں کو رضائے الٰہی کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھائے۔ آپ کی تمام زندگی روح القدس سے بھرپور تھی۔ اس لئے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جاسکتا۔"

(بہاء اللہ و رعصر جدید صفحہ ۵۳)

جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ بہاء اللہ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری اور الٰہی عناصر میں کوئی درمیانی خط نہیں کھینچا جاسکتا تو یقینًا یہی وہ عقیدہ ہے جسے عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہائی مبلغ مرزا محمود علی صاحب صاف طور پر لکھتے ہیں :-

بالوہیت حق لایزالِ بے مثال جمالِ قدم مذعن و مطمئن گشتیم۔"
(بہجۃ الصدور ص۳۹۷)

ان تمام حوالہ جات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ بہائی لوگ اس توحید کے ہرگز قائل نہیں جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ وہ مسیح علیہ السلام کو بھی ایک رنگ میں الوہیت کے تخت پر مانتے ہیں اور بہاء اللہ کو بھی معبود حقیقی سمجھتے ہیں۔ معزز حاضرین! بہائیت کی اس مشرکانہ تعلیم کے مقابل پر تحریک احمدیت حسب ذیل عقیدۂ توحید کی تلقین کرتی ہے:۔

(الف) "وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔" (کشتی نوح ص۱۰)

(ب) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔" (ایّام الصلح ص۹۶)

(۲) عقیدہ مُتعلّقِ مسیحؑ بہائی صاحبان قرآن مجید کے خلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق دو متضاد عقیدے رکھتے ہیں۔ جناب بہاء اللہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر زندہ قرار دیا ہے جس طرح کہ عامۃ الناس مسلمان خیال کرتے ہیں اس کیلئے جناب بہاء اللہ کی تحریرات کے چار اقتباس بیان کرتا ہوں:۔

(۱) "چناں در صدد ایذا و قتلِ آنحضرت افتادند کہ بفلکِ چہارم فرار نمود۔" (ایقان ص۱۱۱)

(۲) "شمسِ جمالِ عیسیٰ از میانِ قوم غائب شد و بفلکِ چہارم ارتقاء فرمود۔" (ایقان ص۵۷)

(۳) "وارد شد بر آں جمالِ اقدس آنچہ کہ اہلِ فردوس نوحہ نمودند و بقسمے بر آنحضرت امر صعب شد کہ حق جل جلالہٗ بارادۂ عالیہ بسماء چہارم صعودش داد۔" (الواح ص۲۷۹)

(۴) "فانظر الی عیسی ابن مریم الشارق قبیل خاتم الانبیاء . . . . کالوالہ الاضطہاد جزافاً حتّی ضاقت علیہ الارض بوسعتہا الی ان عرّجہ اللہ الی السماء۔" (مقالہ سیاح عربی ص۹۶-۹۷)

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ بہاء اللہ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام بچ کر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ ظاہر ہے کہ یہی عقیدہ ایران کے عام مسلمانوں کا تھا۔ بعد ازاں جناب عبدالبہاء جب بلادِ غربیہ میں گئے اور انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ اختلاط اختیار کیا۔ تو انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب و مقتول ہو گئے تھے اور ان کی یہ صلیبی موت بطور فدیہ اور کفارہ کے تھی۔ اس بارے میں جناب عبدالبہاء کے حسب ذیل تین بیان آپ کے سامنے پیش ہیں۔ عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

۱۔ "در دستِ یہود افتاد و اسیر ہر دو ظلوم و جہول گردید و عاقبت

مصلوب شد" (مفاوضات ص۸۴)

۲۔ " البتہ مقتول و مصلوب گردد، لہذا حضرت مسیح در وقتیکہ اظہارِ امر فرمودہ ند جان را فدا کردند و صلیب را سریر افتخار دانستند و زخم را مرہم و زہر را شہد و شکر شمردند" (مفاوضات ص۸۶)

۳۔ "حضرت مسیح خود را فدا کرد تا خلق از نقائصِ طبیعتِ جسمانی خلاص شوند و بفضائلِ طبیعتِ روحانیہ متصف گردند"

(مفاوضات ص۸۳-۸۴)

گویا عبدالبہاء کے نزدیک حضرت مسیح مقتول و مصلوب ہوئے اور جناب بہاء اللہ کے نزدیک حضرت مسیحؑ مصلوب و مقتول ہونے سے بچ کر زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب و مقتول ماننا نصِ قرآنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے صریح خلاف ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ بجسدہ العنصری آسمانوں پر بٹھانا آیاتِ قرآنیہ (۱) يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (۳) فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کے صریح خلاف ہے۔

گویا بہائیوں کے ہر دو عقیدے قرآن مجید کے رُو سے غلط ہیں۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر جسم سمیت زندہ بیٹھے ہیں۔ اور نہ ہی وہ یہودیوں کے ہاتھوں مصلوب و مقتول ہوئے تھے۔ بلکہ وہ صلیبی موت سے بچ کر کافی عرصہ تک اپنے فرضِ منصبی کو ادا کرنے کے بعد

طبعی موت سے فوت ہوئے۔

اس جگہ بہائی صاحبان کے لئے عجیب مشکل درپیش ہے۔ اگر وہ مسیحؑ کو آسمانوں پر زندہ مانیں جیسا کہ جناب بہاء اللہ کے بیان کا مفاد ہے تو جناب عبدالبہاء کا عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے۔ اور اگر وہ جناب عبدالبہاء کے عقیدہ کو درست قرار دیں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ بہاء اللہ کا عقیدہ درباره حیاتِ مسیح سراسر نادرست ہے ؎

من نگویم کہ ایں مکن آں کن ؛ مصلحت بیں و کار آساں کن

تحریکِ احمدیت حضرت مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتی ہے اور ہر احمدی قرآن مجید کی رُو سے یقین رکھتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر طبعی موت سے فوت ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید کی تیس۳۰ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"تم یقین سمجھو کہ عیسٰی ابنِ مریمؑ فوت ہو گیا ہے۔ اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے" (کشتی نوح ص۱۵)

(۳) مقامِ محمدیت

بہائیوں کا عقیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بہاء اللہ کے اس قول سے ظاہر ہے۔ هٰذا یوم لو ادرکہ محمد رسول اللہ لقال لقد عرفناك یا مقصود المرسلین۔ کہ اگر آج محمد رسول اللہ

ہوتے تو مجھے مقصود المرسلین کے خطاب سے مخاطب کرتے۔ بہائیوں کے نزدیک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اور آپ کی پیروی کے ثمرات کا دور آگے نہیں پیچھے رہ گیا ہے۔ اہلِ بہاء کے خیال میں باب اور بہاء اللہ کا مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں بلند ہے۔ اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام اوّلین و آخرین سے افضل ہیں اور آپ کا لایا ہؤا دین ہمیشہ اپنی برکات کے ساتھ زندہ ہے۔ اور آپ کا مرتبہ تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین سے بلند تر ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"اس (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں" (حقیقۃ الوحی ص۱۱۶)

پھر فرماتے ہیں:-

"یہ کیفیّت صرف دُنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسانِ کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیت کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعدادِ بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت

پیدائشِ الٰہی کے خطِ ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔ حکمتِ الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم" (توضیح مرام ص۲۶)

نیز کشتی نوح میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو۔ کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں

اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔"

(کشتی نوح ص۱۳)

پھر حضور فرماتے ہیں:-

"اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں، جس کے نام کی بے عزتی کی گئی، جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاجِ عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۷۲)

(۴) خاتم النّبیّین اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین قرار دیا ہے۔ بہائی لوگ آنحضرتؐ کے خاتم النّبیّین ہونے کے قائل ہیں۔ مگر ختم نبوت کی وہ یہ تشریح کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے نبیوں کا دور ختم کر دیا گیا ہے۔ نبیوں کے دور کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی

ہیں ان کے بعد اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ البتہ نئی شریعت آسکتی ہے جو قرآنی شریعت کو منسوخ کر دے۔ نیز خدا تعالیٰ کے مستقل ظہور ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابوالفضل بہائی لکھتے ہیں:-

" نہ لفظ خاتم النّبیّین دلالت دارد کہ شریعتے دیگر بعد از شریعتِ نبویّہ ظاہر نگردد و نہ کلمۂ لانبیّ بعدی مُعبر اینکہ صاحب امرے بعد از حضرت رسول ظاہر نشود۔" (الفرائد ص۲۳۲)

کہ ہمارے نزدیک نہ لفظ خاتم النّبیّین اور نہ ہی کلمۂ لانبیّ بعدی اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آئندہ کوئی شریعت نہ آئے گی یا کوئی شارع بعد آنحضرت صلعم ظاہر نہ ہوگا۔"

ہندوستانی بہائیوں نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ:-

" اہلِ بہاء دَورِ نبوّت کو ختم جانتے ہیں۔ اُمّتِ محمدیّہ میں بھی نبوّت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے۔ اسلئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں جو نبوّت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دَورِ نبوّت کے ختم ہونے کا کھلا اعلان ہے۔ اِسی لئے اہلِ بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوّت ختم نہیں ہوئی اور موعودِ کُل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔" (رسالہ کوکب ہند دہلی جلد ۸ نمبر ۲ مؤرخہ ۲۴ر جون ۱۹۲۸ء ص۱۹)

بہائیوں کے اس عقیدہ کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینِ اسلام رُوحانی

برکات سے محروم ہو گیا ہے اور اسلامی شریعت کے تابع اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اسکے بالمقابل جماعت احمدیہ کا اس بارے میں حسب ذیل عقیدہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی ص۹۷ حاشیہ)

پھر تحریر فرماتے ہیں :-

"عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جُدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں"
(کشتی نوح ص۱۵)

پھر حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

نیز بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں :-

"مجھے دکھلایا گیا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۵۷ بحوالہ تذکرہ ص۱۳۳)

پس احمدیت کے نزدیک اسلام زندہ مذہب ہے اور حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں۔ اسلام کی اتباع اور حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے آج بھی وہ تمام روحانی برکات انسان کو مل سکتی ہیں جو ابتداء سے نسلِ انسانی کو ملتی رہی ہیں۔

بہائیوں کے نزدیک اسلام اب منسوخ شدہ دین ہے اور حضرت رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات کا دروازہ بند ہو چکا ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں عقیدے کسی طرح اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

(۵) نسخ قرآن مجید بابیت اور بہائیت کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ قرآن مجید کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید اب نسلِ انسانی کیلئے موجب نجات نہیں ہے۔ بہائی کہتے ہیں کہ علی محمد باب کے آنے سے اور اس کی نامکمل کتاب البیان کے ذریعہ سے قرآنی شریعت منسوخ ہو چکی ہے چنانچہ لکھا ہے :-

"شریعتِ فرقان بظہور مبارکش منسوخ شدہ" (دروس الدیانۃ صلا)

باب کی شریعت کو بابی تو آج تک قائم مانتے ہیں۔ مگر بہائیوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ البیان بہاء اللہ کی کتاب الاقدس کے ذریعہ سے منسوخ کردی گئی ہے۔ اس بارے میں دروس الدیانۃ میں لکھا ہے :-

"وما بہائیان رجوعی باحکام بیان بالمرہ نداریم۔ کتاب ما کتاب مبارک اقدس است" (دروس الدیانۃ صلا)

کہ ہمارا کوئی تعلق البیان کے احکام سے نہیں۔ ہماری کتاب اقدس ہے۔"

بہائیوں کا یہ عقیدہ ہمارے نزدیک سراسر غلط ہے مگر چونکہ ہم نے قرآنی شریعت کے دائمی ہونے کے موضوع پر اسی سلسلۂ محاضرات میں ایک علیحدہ لیکچر مقرر ہوا ہے اسلئے فی الحال ہم تفصیل سے بہائیوں کے اس عقیدہ کی تردید میں نہیں لکھنا چاہتے۔ وقت آنے پر اس کی تفصیلی بحث کی جائے گی مگر اتنا ذکر کرنا بہرحال لازمی ہے کہ بہائیوں کا یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی وحی یا اس کے کلام پر مبنی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ ہم کل کے لیکچر میں ثابت کر چکے ہیں ۱۸۴۸ء میں بابیوں نے بدشت علاقہ خراسان میں ایک کانفرنس منعقد کرکے باہمی مشورہ سے قرآن مجید کو منسوخ کرنے کی سکیم تیار کی تھی۔ ورنہ درحقیقت جناب بہاء اللہ کے نزدیک قرآنی شریعت اپنی ذات میں ہرگز ہرگز قابلِ نسخ نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"اگر اعتراض۔ اعتراضِ اہلِ فرقان نہ بود ہرآئینہ شریعت فرقان

دراین ظہور نسخ نمے شدہ" (اقتدار صفحہ ۲۸)

ترجمہ۔ اگر اہلِ اسلام باب و بہاء کے ماننے سے اعراض نہ کرتے اور ان پر اعتراض نہ کرتے تو اس دور میں قرآنی شریعت ہرگز منسوخ نہ کی جاتی۔"

اس قول سے ظاہر ہے کہ بابیت اور بہائیت کے ظہور پر مسلمانوں کے اعراض و اعتراض سے چڑ کر محض انتقامی رنگ میں نسخِ قرآن کا عقیدہ ایجاد کیا گیا تھا ورنہ قرآن مجید وہ شریعتِ غرّاء ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دنیا میں حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے اور روحانی نصر کی عمارت مستحکم ہو سکتی ہے۔ خود بہاء اللہ اپنی آخری عمر میں ایک خط میں لکھتے ہیں :-

۱۔ "لو استضاء اهل التوحيد فی هذه الاعصار الاخيرة بنبراس الشريعة الغراء التی تألقت من خاتم الانبياء روح ما سواه له الفداء وتشبثوا باذيالها لما تضعضع اركان حصن الاسلام وما خربت مدن المعمورة ولتطرزت العدائق والبلدان والقرى بطراز الامن والامان" (اقتداراتِ عربی صفحہ ۱۵)

۲۔ اگر اس آخری زمانہ میں اہلِ توحید حضرت خاتم النبیین (روح عالم فدا ہو ان پر) کی وفات کے بعد ان کی روشن شریعت پر عمل کرتے اور اس کے دامن شریعت کو مضبوط

پکڑے رہتے۔ تو قلعۂ دین کی مستحکم بنیاد ہرگز نہ ڈگمگاتی۔ اور بسے بسائے شہر کبھی ویران نہ ہوتے۔ بلکہ شہر اور گاؤں امن و امان کی زینت سے مزیّن اور کامیاب رہتے۔" (باب الحیات ص۶۹)

۳۔ مقالہ سیّاح میں بھی قرآن مجید کو الذکر المحفوظ اور الحجّۃ الباقیہ بین ملاء الاکوان قرار دیا گیا ہے۔ لکھا ہے:۔

"یقول الملیک الرحمان فی الفرقان وھو الذکر المحفوظ والحجّۃ الباقیۃ بین الاکوان، فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین فجعل تمنّی الموت برھانًا صادقًا۔"

(مقالہ سیّاح ص۹۵)

۴۔ بہائیوں کی مسلّمہ حدیث ہے کہ قرآنی معارف و حقائق کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"ونقلنا فی کتاب الدرر البھیۃ عبارۃ عن کتاب العقد الفرید جاء فیہ انّ سیّدنا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حقّ القرآن انّہ لاتنقضی عجائبہ۔" (مجموعہ رسائل مؤلفہ ابوالفضائل ص۴۷)

اس جگہ ضمناً مرزا ابوالفضل بہائی کا یہ قول بھی ذکر کرنا مناسب ہے:۔

"واما نکتہ بر اہلِ دانش پوشیدہ نماند کہ ظہورِ کتاب دجال و کتاب حضرت ذی الجلال در یوم قیام قائم موعود از وعید

حتمیہ الٰہیہ است۔" (مجموعہ رسائل ص۱۳۱)

ترجمہ:۔ اہلِ فہم پر یہ نکتہ مخفی نہ رہے کہ دجّال کی کتاب کا ظاہر ہونا اور حضرت ذوالجلال کی کتاب کا ظاہر ہونا قائم موعود کے وقت میں اللہ تعالیٰ کے حتمی وعدوں میں سے ایک وعدہ ہے۔"

ان بیانات سے اہلِ بہاء کا یہ عقیدہ ثابت ہے کہ وہ قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

بہائیوں کے مقابل پر تحریک احمدیّت جس عقیدہ کو پیش کرتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل چار بیانات سے ظاہر ہے:۔

(الف) "اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیّر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۸)

(ب) "تمہارے تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی اب تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔" (کشتی نوح ص۲۴)

(ج) "قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں

کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب قرآن شریف بیان کر چکا۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۷۲)

(۵) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ باب اور بہاء اللہ اپنی جس شریعت کو محمدی شریعت کے خلاف چلانا چاہتے تھے وہ آج تک دُنیا میں عمل میں آنا تو کجا متعارف بھی نہیں ہو سکتی۔ جب جناب فرج اللہ ذکی بہائی نے ۱۳۳۸ھ میں جناب عبدالبہاء افندی سے اقدس یعنی بہائی شریعت کے طبع کرنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے جواب دیا۔

"کتاب اقدس اگر طبع شود و نشر خواہد شد۔ در دستِ اراذل متعصبین خواہد افتاد لہٰذا جائز نہ۔ بلے بعضے از ملحدین مثل میرزا مہدی بیگ از منزلزلین بدست آوردند و نشر دادند۔ ولے این در رسائلِ ملحدین مندرج چوں بُغض و عداوتِ شاں مسلّم و نزدِ عموم قول و روایت شاں مجہول و مبہم است۔ ولے اگر بہائیاں نشر دہند حکمِ دیگر دارد۔" (جواب نامہ جمعیت لاہادی صفحہ ۲۷ مطبوعہ مصر ۱۳۳۸ھ)

ترجمہ:- کتاب اقدس اگر چھپ گئی تو پھیل جائے گی اور کمینے متعصب لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائیگی۔ اس لئے اس کا چھپوانا جائز نہیں بعض بے دین اور متزلزل لوگوں مثلاً میرزا احمدی بیگ کے ہاتھوں میں

اقدس کا نسخہ آگیا تھا۔ اور شائع ہو گیا۔ مگر چونکہ اس صورت میں اقدس ملحدین کے رسالہ جات میں شائع ہوئی ہے۔ عوام کو ان کی عداوت و دشمنی کا حال معلوم ہے اسلئے ان کی روایت اور بیان مجہول اور مبہم ثابت ہوگا لیکن اگر بہائی لوگ خود کتاب اقدس کو شائع کریں تو اس کا اور حکم ہوگا۔"

پس بہائی لوگ قرآن کو منسوخ قرار دینے کے باوجود اپنی مزعومہ شریعت کی اشاعت کی توفیق نہیں پا سکے۔ اور اگر کوئی سوچنے والا دل ہے تو وہ اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس بارے میں مشیتِ ایزدی کیا چاہتی ہے؟ پھر کیا یہ ایک عجیب واقعہ نہیں ہے کہ جونہی بابیوں اور بہائیوں نے ذرا سرگرمی سے قرآنی شریعت کے نسخ کے خیال کو پھیلانا چاہا خداوند تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما دیا۔ اور آپ نے بڑے جلال سے یہ اعلان فرمایا کہ قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی شوشہ رہتی دُنیا تک بدل نہیں سکتا۔

۶۔ لفظی وحی

بہائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باب اور بہاء اور عبدالبہاء کا ہر قول اور ان کی ہر تحریر الہامی اور وحی ہے جس طرح عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ ماننے کی وجہ سے ان کے ہر قول کو کلامِ خدا سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بہائی لوگ اپنے ان زعماء کے ہر قول اور ہر تحریر کو الہام اور وحی قرار دیتے ہیں۔ بہائیوں کے نزدیک اب اس قسم کی وحی جو پہلے انبیاء پر آتی تھی منقطع ہو چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

بہاء اللہ کہتے ہیں: "وزینۃ لبطوا زالختم وانقطعت بہ نفحات الوحی" (الواح مبارکہ ص۱۳) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس بناء پر بہائیوں کے نزدیک آئندہ لفظی وحی بند ہے اور ان کے ہاں فرشتوں کے نزول کا تصور بھی موجود نہیں۔ چنانچہ باب کے متعلق لکھا ہے:۔

"وعاهذه الکتب صحفاً الهامیۃ وکلماً فطریۃ ولدی التحقیق علم انه لیس یدّعی نزول الوحی و هبوط الملك علیه" (مقالہ سیاح عربی ص۶)

ترجمہ:۔ باب نے اپنی تصنیفات کو الہامی صحیفے اور فطری کلمات قرار دیا ہے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ باب نزولِ وحی کے دعویدار نہ تھے اور نہ ہی وہ اپنے اوپر فرشتہ کے اُترنے کے مدعی تھے"

بابیوں اور بہائیوں کا یہ عقیدہ اس طرح بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اُن کے ہاں باب اور بہاء اللہ اور عبدالبہاء کی ساری تحریروں کو الہامی سمجھا جاتا ہے بطور وضاحت عرض ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے ہاں قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور احادیث حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال ہیں اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں، بہائیوں کے ہاں ایسا نہیں ہے ان کے ہاں عیسائیوں کے مجموعہ اناجیل کی طرح خطوط، الواح اور تمام اقوال الہام اور وحی سمجھے جاتے وہ گویا ایک رنگ میں بطور سماجیوں کی طرح وحی

ملکۂ فطری کو سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ احمدیوں کے نزدیک غلط عقیدہ ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک لفظی وحی بھی ہوتی ہے۔ پہلے بھی ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوگی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ جناب سر سید احمد خان کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کی وحی کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ بھی درحقیقت ایک ملکہ فطرت ہے جو اس قسم کے القاء سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے جس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے۔ اگر صرف اتنی ہی بات ہے تو حقیقت معلوم شد۔ کیونکہ انبیاء کی وحی کو صرف ایک ملکۂ فطرت قرار دیکر پھر انبیاء اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں میں مابہ الامتیاز قائم کرنا نہایت مشکل ہے ..... پھر خود قرآن اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی فرق ہے۔ اور اسی فرق کی بناء پر حدیث کے الفاظ کو اسی چشمہ سے نکلا ہوا قرار نہیں دیتے جس سے قرآن کے الفاظ نکلے ہیں"

(برکات الدعا ص۱۹)

۷۔ خلافتِ راشدہ بابیوں اور بہائیوں کے عقیدہ کی رُو سے خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم برحق خلفاء نہ تھے۔ یہ عقیدہ بابیوں اور بہائیوں میں شیعوں سے آیا ہے۔ اس فصل میں البیان میں پانچ وجودوں کو حروفِ اثبات قرار دیا گیا ہے اور پانچ وجودوں کو حروفِ نفی قرار

دیا گیا ہے۔ اس سے ان کا مدعا یہ ہے کہ آنحضرت، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ تو حروفِ اثبات ہیں، جو اعلیٰ علیین میں ہیں اور حروفِ نفی کو جنہیں مرزا جانی کاشانی بابی نے غاصبِ خلافت قرار دیا ہے تحت الثریٰ میں ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ البیان قلمی میں لکھا ہے :-

"اگر امروز کسے نظر در بدو شجرۂ قرآن کند یقین مشاہدہ میکند کہ پنج حروفِ نفی چگونہ در آیند تحت الثریٰ مضمحل شد کہ اوّل و ثانی و ثالث و رابع و خامس باشد و پنج حروف کہ دلالت بر اثبات میکند چہ گونہ در اعلیٰ علیین مرتفع شدہ کہ محمدؐ و علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ باشد۔" (البیان قلمی باب ۱۳ واحد ص ۲۷۳)

یعنی باب نے پانچ "حروف اثبات" قرار دیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ حروف اثبات ہیں۔ ان کو باب نے جنت میں قرار دیا ہے اسکے مقابل پانچ "حروفِ نفی" قرار دیئے ہیں اور انہیں جہنمی اور اسفل السافلین میں رہنے والا بتایا ہے اس مقام پر باب نے حروفِ نفی کو دوزخی قرار دیا ہے مگر خود اس جگہ ان کی تعیین نہیں کی ہے | ...

علی محمد باب نے لکھا ہے :-

"در عہدِ اسلام تا بعثت بمال غیر از امیر المؤمنین کسے مومن رسول اللہ نہ شد واقعہا خالصاً و آنچہ بعد شد اگر صادق بود

در یوم عروج رسول اللہ نے گشت کہ سہ نفر زیادہ نماند از اصحابؓ"

گویا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نعوذ باللہ مومن نہ تھے منافق تھے اور پھر مرتد ہو گئے تھے۔

(البیان قلمی باب ۱۳ واحد ۶)

دوسرے موقع پر بابی مؤرخ مرزا جانی کاشانی نے اس کی تصریح یوں کی ہے:-

"روزے رسول خدا بادشاہ و ولایت خلوت فرمودہ و خبر از امور آئندہ میدادند کہ اے علی جبرائیل امین مرا خبر دادند کہ بعد از تو حرفِ اوّل از حروفِ نفی غصب خلافت نماید و حرفِ دوم نصرت او را نماید۔" (نقطۃ الکاف ص ۳۳)

ترجمہ:- ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مستقبل کی خبر دی اور فرمایا کہ اے علیؓ! جبرائیلؑ نے مجھے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد حروفِ نفی میں سے حرف اوّل خلافت کو غصب کرے گا اور اس بارے میں حرفِ دوم اسکی مدد کرے گا۔"

یہ تحریرات اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے متعلق بابیت اور بہائیت اسی مسلک کو اختیار کئے ہوئے ہے جو اہلسنت والجماعت کے مقابل پر شیعہ صاحبان کا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موت ایک وقت موت

سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا۔"

(الوصیت صفحہ)

بہائیوں کے ہاں خلافت کے لئے بیٹوں اور نواسوں کو نامزد کیا جاتا ہے مگر ان کے ہاں آج تک کسی بیٹی یا نواسی کو اس منصب کے لئے نامزد نہیں کیا گیا ہے نا اس طرح بہائیوں کی مزعومہ مساواتِ مرد و عورت کا عملی مظاہرہ ہو سکتا اور نہ ہی ان کے ہاں خلفاء کا انتخاب اسلام کے طریق انتخاب کے مطابق ہوتا ہے جو اسلامی جمہوریت کا طغرائے امتیاز ہے۔ سلسلہ احمدیہ میں خلافت انتخابی منصب ہے بیٹے اور نواسے کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات پر ۱۹۰۸ء میں ان کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے تھے۔ جو آپ کے اوّلین مرید تھے لیکن اس وقت کوئی رشتہ نہ رکھتے تھے۔

۸۔ قیامت کا عقیدہ قیامت کا عقیدہ اسلام کا ایک امتیازی عقیدہ ہے۔ قیامت کبریٰ مسلمانوں کی اصطلاح میں اس حشرِ اکبر کو کہتے ہیں۔ جب دنیا کے خاتمہ کے بعد سب لوگ اپنے اعمال کی پوری جزا کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ اسلامی عقیدہ

کی رُو سے لطیف رنگ میں مجموعی حشرِ اجساد کا نام قیامت کبریٰ ہے۔ بہائی لوگ جناب عبدالبہاء کی تعلیمات کے زیرِ اثر حشرِ اجساد کے منکر ہیں لکھا ہے :-

"بہائی تعلیمات کے مطابق بعثت جسموں کی نہیں ہو گی جسم جب ایک دفعہ مر جاتا ہے تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کا تجزیہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذرّات پھر کبھی بھی اس جسم میں جمع نہیں ہوتے۔" (بہاء اللہ اور عصر جدید صفحہ ۲۲۶)

ہم اس جگہ قیامت کبریٰ کے متعلق امکانی اور عقلی بحث کو تنگیٔ وقت کے ماتحت نظر انداز کرتے ہیں لیکن یہ ذکر کرنے سے رُک نہیں سکتے کہ اہل بہاء نے اس بارے میں جناب عبدالبہاء کی تحریرات کے زیر اثر جو غلط عقیدہ اختیار کر رکھا ہے وہ خود جناب بہاء اللہ کی صریح تحریرات کے خلاف ہے۔ ہم اس جگہ ان کی تحریرات میں سے آٹھ نہایت واضح حوالے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتے ہیں :-

۱۔ "ثم اذکر الدنیا وما ترٰی فیھا من شئونھا و تغییرھا واختلافھا، تاللہ انھا تدعوفی کل الاحیان اھلھا وتقول فاعتبروا یا اولی الابصار۔ انھا تذکر الناس وتخبرھم بزوالھا وفنائھا ولکن القوم فی سکر عجاب۔" (مجموعہ اقدس صفحہ ۲۲۶)

۲۔ "ستفنی الارض وما فیھا وعلیھا ویبقی ما

قدار لاحبائی فی لوح المحفوظ" (مجموعہ اقدس صفحہ ۵۳)

۳۔ "ایاکم ان تخوفکم ضوضاء الاحزاب، ستفنی الدنیا و ما ترونہ الیوم ویبقی الملوک والملکوت للہ العلیم الخبیر" (ایضاً صفحہ ۹۰)

۴۔ "سوف تفنی الدنیا و ما فیہا ویبقی لک ما نزل من لدی اللہ رب العرش والثری" (ایضاً صفحہ ۹۶)

۵۔ "انّ الذی تمسک بما عندہ لیس لہ ان یتوجہ الی وجہ اللہ الباقی بعد فناء الاشیاء" (ایضاً صفحہ ۱۳۹)

۶۔ "ستفنی الدنیا وما فیہا من العزۃ والذلۃ ویبقی الملک للہ الملک العلی العظیم"

(مقالہ سیاح عربی صفحہ ۶۶)

۷۔ "أیریدون الاقامۃ و رجلہم فی الرکاب وھل یرون لذھابھم من ایاب، لا و رب الارباب الا فی المآب، یومئذ یقوم الناس من الاجداث و یسئلون عن التراث، طوبی لمن لا تنوء بہ الاثقال فی ذلک الیوم الذی فیہ تمر الجبال و یحضر الکل للسؤال فی حضرۃ اللہ المتعال انہ شدید النکال" (مقالہ سیاح عربی صفحہ ۷۰ کلمات جناب بہاء اللہ ...)

۸۔ "لو کان الانسان مسئولاً عن وجدانہ الذی ھو خاصۃ روحہ و جنانہ فی ھذا العالم فای عقاب یبقی للبشر یوم المحشر الاکبر فی دیوان العدل الالٰھی" (مقالہ سیاح عربی صفحہ ۱۱۱) (ترجمہ؟)

از کلمات جناب بہاء اللہ

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ ایک دن ساری دنیا کے فنا اور زوال کے قائل تھے۔ وہ لوگوں کے قبروں سے اٹھنے کا بھی معتقد رکھتے تھے اور سب کے خدا کے سامنے پیش کئے جانے کا عقیدہ بھی رکھتے تھے۔ وہ اس حشر اکبر کے دن کے بھی قائل تھے جب انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ باقی لوگ ہزار دلیلیں کریں مگر جناب بہاء اللہ کے واضح بیانات کے بعد ان کا ہرگز حق نہیں ہے کہ وہ قیامت کبریٰ یا حشر اکبر کا انکار کر سکیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جن عقائد کا اعلان فرمایا ہے ان میں حشر اجساد کے حق ہونے کی بھی تصریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت اور جہنم حق ہے۔ اور ہم لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام

میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض
اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ
ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے
اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جنکی سچائی
قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم
و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے
مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات
سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ الغرض وہ تمام امور جن پر
سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو
اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے تھے ان سب کا ماننا
فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ
یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور
الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا
ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا
سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے
ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ
وَالْمُفْتَرِیْنَ۔"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

۹۔ کفر و ایمان یا بہائی تحریک کی امتیازی شان

جناب شوقی آفندی
رسالہ اشراق

"یوم بدیع" میں تحریر فرماتے ہیں:-
"پہلے ادیان میں دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا (۱) مومن
(۲) کافر۔ لیکن آج کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی کو ایک دوسرے کو کافر
سمجھنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ آج اس خدا نے سب کو اپنی رحمت
کے سمندر میں غوطہ دے دیا ہے۔" (رسالہ اشراق یوم بدیع ص۴)
اس عبارت میں بہائیوں کے موجودہ زعیم نے بہائیت کا جو امتیازی عقیدہ
پیش کیا ہے وہ محض ظاہرداری کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض دفعہ بہائی اس
قسم کی تحریرات کو پیش کر کے عامۃ الناس کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس بارے میں جناب بہاء اللہ جو اصل
بانی سلسلہ ہیں۔ کی چند تحریرات احباب کے گوش گزار کی جائیں۔ سو وہ یہ ہیں:
۱۔ "وھٰذا یوم قد ربح فیہ المقربون و
المشرکون فی خسران مبین" (مجموعہ اقدس ص۲۶)
یہ دور ایسا ہے کہ اس میں مقرب ماننے والے فائدہ اٹھا
رہے ہیں۔ اور مشرک کھلے خسارہ میں ہیں۔"
۲۔ قل یا ملعونُ اِنّک لو اٰمنت باللہ
لمَ کفرتَ بعزّہ وبھائہ ونورہ وضیائہ
وسلطنتہ وکبریائہ وقدرتہ واقتدارہ،

وکنت من المعرضین عن اللہ الذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم من کف من الطین ..... وانہ لو یأمرکم بالمعروف یأمرکم بالمنکر لو انتم من العارفین، ایاکم ان لا تطمئنوا بہ ولا بما عندہ ولا تقعدوا معہ فی مجالس المحتجبین " (الواح مبارکہ ص۳۵۹)

۳۔ " یہ مظلوم دن رات قل یا ایہا الکافرون پکار رہا ہے کہ شاید تنبیہ کا سبب ہو اور لوگوں کو انصاف کے زیور سے آراستہ کرے " (لوح ابن ذئب ص۱۱۸)

۴۔ " والذی اعرض عن ھذا الامر انہ من اصحاب السعیر " (مجموعہ اقدس ص۱۰)

۵۔ " لا تتبعوا کل ناعق رجیم " (مجموعہ اقدس ص۸۵)

ترجمہ:- اے لوگو! ہمارے کسی مخالف کی پیروی نہ کرو جو کائیں کائیں کرکے شور کرنے والا اور دھتکارا ہوا شیطان ہے "

۶۔ " طوبیٰ لمن رأی واقبل وویل لکل معرض کفار " (مجموعہ اقدس ص۹۶)

۷۔ طوبیٰ لمن سمع ورأی، ویل لکل منکر کفار " (مجموعہ اقدس ص۱۱۹)

۸۔ طوبیٰ لمن شہد بما شہد بہ اللہ، ویل لکل

منکر مکار " (مجموعہ اقدس ص۱۲۱)

۹۔ " ایم اللہ لا اقدر ان اذکر ما ورد علی نفسی بما کسبت ایدی الفجار " (مجموعہ اقدس ص۱۲۱)

۱۰۔ " قل ویل لک یا ایہا الغافل الکذاب " (مجموعہ اقدس ص۱۳۷)

۱۱۔ " یا عبد الرحیم قد احاطت المظلوم ذئاب الارض واشرارھا " (مجموعہ اقدس ص۱۱۱)

۱۲۔ " اتقوا اللہ یا قوم ولا تتبعوا کل جاہل مردود " (مجموعہ اقدس ص۱۶۲)

ابو الفضل بہائی مرزا یحییٰ کو دجال قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" فلما غابت النقطۃ وظہر الرب الابہی جل اسمہ الاعز الاعلی، وانکرہ وعارضہ ذالک المحتال المعبر عنہ فی الاحادیث الاسلامیہ بالدجال عین ھذا الضال تسعۃ عشر انسانا لاضلال اھل الایمان ومعارضۃ جمال الرحمان " (مجموعہ رسائل مؤلفہ ابی الفضائل ص۸۱)

اس جگہ یہ امر بھی نہایت حیرت انگیز ہے کہ جناب شوقی افندی کے نزدیک تو اب کافر اور مومن کا کوئی امتیاز نہیں رہا سب کو رحمت کے سمندر میں غوطہ دے دیا ہے لیکن جناب بہاء اللہ مسلمانوں کے پاس

بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے سے بھی بہائیوں کو بند کر رہے ہیں لکھتے ہیں:۔

"قل ایاک الاتجتمع مع اعداء اللہ
فی مقعدٍ وَلاتسمع منہ شیئًا ولویتلی
علیک من اٰیات اللہ العزیز الکریم، لانّ
الشیطان قد ضل اکثر العباد بما اتبعھم
فی ذکر بارئھم باعلی ما عندھم کما تجدون
ذٰلک فی ملأ المسلمین بحیث یذکرون
اللہ بقلوبھم والسنتھم ویعملون کلّ ما
اُمروا بہ، وبذٰلک ضلّوا وضلّوا النّاس
ان انتم من العالمین" (الواح مبارکہ صفحہ ۳۶۰-۳۶۱)

آخر میں میں اس مختصر مقالہ کو پیش کرتے ہوئے بہائی صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ان عقائد پر نظر ثانی فرمائیں۔ اور مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بہائیوں کی محض اُلجھی ہوئی تاویلات اور ان کے مبہم بیانات پر اعتماد کرنے کی بجائے اُن کے اصل بانیوں کی تحریرات کا مطالعہ کریں۔ ان کی روشنی میں انہیں فوراً سمجھ آجائے گا کہ بہائی تحریک اسلام کے لئے کس قدر خطرناک تحریک ہے اور ایسا ہی وہ جماعت احمدیہ کے عقائد پر سرسری نظر ڈال لینے سے ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ بہائیت کے زہر کا تریاق صرف احمدیت میں ہے۔ جب بہائیت کی طرف سے قرآن کو منسوخ کرنے اور اسلام کیلئے

ایک ناسخ مسیح کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو عین چودھویں صدی کے سر پر مسیح الاسلام بنا کر مبعوث کیا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آخر جبکہ بڑے بڑے صدمات اسلام پر وارد ہو کر تیرھویں صدی پوری ہوئی اور اس منحوس صدی میں ہزار ہا قسم کے اسلام کو زخم پہنچے اور چودھویں صدی کا آغاز شروع ہوا تو ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کی قدیم سنت کے موافق موجودہ مفاسد کی اصلاح اور دین کی تجدید کے لئے کوئی پیدا ہوتا سو اگرچہ اس عاجز کو کیسا ہی تحقیر کی نظر سے دیکھا جائے مگر خدا نے خاتم الخلفاء اسی اپنے بندے کو ٹھہرایا۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۵)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے عین چودھویں صدی کے سر پر بھیجا کہ مسیح ابن مریمؑ چودھویں صدی کے سر پر آیا تھا مسیح الاسلام کر کے بھیجا اور میرے لئے اپنے زبردست نشان دکھلا رہا ہے۔ اور آسمان کے نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ اور خدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان کیسے کر سکے۔ یہ تو وہ بنیادی اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہے گا وہ توڑ نہیں سکیگا۔ مگر یہ اینٹ جب اس پر پڑے گی۔ تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے

کردے گی۔ کیونکہ اینٹ خدا کی اور ہاتھ خدا کا ہے"

(کشتی نوح ص۵)

حضرات! جب بہاء اللہ اور بہائیوں نے اپنے مخالفوں کو ملعون، کافر، جہنمی، دھتکارا ہوا شیطان، مکار، فاجر، کذاب، شریر، بھیڑیئے، جاہل، مردود اور دجال تک لکھا ہے تو اب جناب شوقی افندی کا یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ اب کسی کو کافر کہنا روا نہیں ہے یہ محض مغالطہ ہے۔

بہرحال بہائیت کے عقائد اور تحریک احمدیت کا موقف آپ کے سامنے ہے خود انصاف کر کے فیصلہ فرمائیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؀

تیسرا مقالہ

جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی نوعیت

بہاء اللہ کے مدعی الوہیت ہونے کے واضح ثبوت

معزز حاضرین! آج رات کے لیکچر کا عنوان جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی نوعیت مقرر کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اپنی ذات میں نہایت اہمیت رکھتا ہے اس کی اہمیت بہائیت کے نقطۂ نگاہ سے بھی واضح ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بہاء اللہ ہی وہ وجود ہے جو سب کچھ ہے۔ سب انبیاء کا وہی مقصود ہے اور ساری کائنات کا وہی معبود ہے۔ اس کے انکار سے انسان مشرک محروم ازلی اور مستحق جہنم قرار پاتا ہے۔ بہائیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے نقطۂ نظر سے بھی یہ مضمون غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ بہاء اللہ کا دعویٰ ہی بہائی تحریک کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔

ہم نے "بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ" کے مضمون کے سلسلہ میں اپنی اس مشکل کا ذکر کیا تھا کہ بابیوں اور بہائیوں کی کتابیں "کم یاب" بلکہ نایاب ہیں اور غیر بہائیوں کے لئے ان کتب کا حصول کوئی آسان کام نہیں اس لئے بہائی تحریک کی تاریخ مرتب کرنا بھی خاصہ مشکل کام ہے۔ تاہم ہم نے سارے واقعات

بہائیوں کی مسلمہ کتب سے ذکر کئے تھے۔ دوسرے مضمون "بہائیوں کے عقائد" کے بیان کے موقع پر بھی ہم نے باقاعدہ حوالہ دیکر عرض کیا تھا کہ چونکہ بہائیوں کو اپنے عقائد چھپانے کی ہدایت ہے اس لئے ان کے عقائد کی چھان بین بھی کافی حد تک محنت طلب ہے بالخصوص اسلئے کہ ہم یہ جائز نہیں سمجھتے کہ کسی شخص یا فرقہ کی طرف وہ عقیدہ منسوب کر دیں جسے وہ تسلیم نہ کرتا ہو۔ ایسا کرنا ہمارے نزدیک سراسر ظلم اور ناروا ہے۔ معزز سامعین سن چکے ہیں کہ ہم نے بہائیوں کے عقائد میں سے ہر ایک عقیدہ کے لئے ان کی مسلمہ اور مقبول کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں۔ اور کوئی بات اپنی طرف سے پیش نہیں کی۔ لیکن چونکہ بہائی صاحبان اپنے اصل عقائد کو چھپاتے ہیں اور عوام میں اور نئے نئے بہائی ہونے والوں میں صرف عمومی صلح کل کی باتیں اور حکمت کے کلمات ذکر کرتے رہتے ہیں اسلئے ہمارے گزشتہ مقالہ میں واضح حوالہ جات اور بہائی عبارتوں کو سنکر بہت سے احباب کو تعجب ہوا ہے۔ بلکہ ایک نئے بہائی صاحب کے منہ سے یہ فقرہ بھی مجلس میں نکل گیا کہ آپ نے تو بہائیوں کے عجیب و غریب عقائد پیش کر دیئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ بہائیوں کے یہ عقائد عجیب و غریب ہیں مگر حق یہی ہے۔ کہ بہائی یہی عقائد رکھتے ہیں اور ہمارے ذکر کردہ تمام حوالہ جات اور اقتباسات ان کی کتابوں کے ہیں اور وہ اُن کے مسلمہ ہیں۔ مگر چونکہ وہ کتمان حقیقت اور اخفاء سے کام لیتے ہیں اسلئے غیر بہائی تو کجا خود مبتدی بہائیوں کی نظر میں بھی یہ باتیں عجیب و غریب ہیں۔

آج کا مضمون اس پہلو سے بہت خصوصیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ بہائی عقائد میں مرکزی عقیدہ ہے اور جناب عبدالبہاء کی ہدایت ہے کہ بہائیوں کو چاہیئے کہ غیر بہائیوں سے مذاکرہ میں عمومی مسائل پر گفتگو کرتے رہیں۔ مگر عقائد کو زیر بحث نہ لایا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے:۔

"مسائل حکمیہ را اساس مذاکرہ قرار دہید نہ عقائد۔"

(مکاتیب عبدالبہاء جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

کہ لوگوں سے گفتگو اور تبادلہ خیالات علوم و فنون اور حکمت کی دوسری باتوں پر کرنا چاہیئے نہ کہ بہائی مذہب کے عقائد پر۔"

پھر جناب عبدالبہاء افندی میرزا یوحنا داؤد کے نام اپنے خط مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"جناب یوحنا حکمت شرط است و احتیاط لازم۔ پردہ دری ننمائید بحکمت صحبت کنید و با ہر کس صحبت مدارید بنفوس مستعدہ مکالمہ کنید و از عقائد صحبت مدارید۔ از تعالیم جمال مبارک روحی لاحبائہ الفداء بیان کنید و از وصایا و نصائح او دم زنید۔"

(مکاتیب عبدالبہاء جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)

کہ جناب میرزا یوحنا! لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کرنے کیلئے احتیاط اور حکمت دو چیزیں بڑی ضروری ہیں۔ لوگوں سے حکمت کے ساتھ گفتگو کرو لیکن بہائی مذہب کے عقائد کا ذکر نہ آئے

بلکہ بہاء اللہ کی تمام تعلیمات و نصائح کا بیان ہونا چاہیئے۔"

ظاہر ہے کہ ان ہدایات کی موجودگی میں اہلِ بہاء حتی الامکان اپنے عقائد کو چھپائیں گے اور عامۃ الناس میں انہیں غلط بیں پیش کریں گے۔ بلکہ ایسا کرنے کو "تعمیلِ حکم" کی وجہ سے ثواب سمجھیں گے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ ان عقائدِ مکتومہ میں سے جناب بہاء اللہ کے اصل دعویٰ کا عقیدہ سرِ فہرست ہوگا۔ میں پُر زور الفاظ میں کہنا چاہوں گا کہ بہائیوں کے اس رویّہ کا ہی نتیجہ ہے کہ بڑے بڑے غیر بہائی عالم آج تک اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ جناب بہاء اللہ نے نبوّت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اسی طرح مدعیٔ وحی و الہام ہیں جس طرح دیگر انبیاء ہوتے تھے آپ حیران ہونگے کہ جماعت احمدیہ کے محقق علماء کو دیگر اہلِ علم کی اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے بہت جد و جہد کرنی پڑی ہے اور ابھی تک بہت سے لوگ اس طلسم سامری کا شکار نظر آتے ہیں۔

حضرات! آئیے اس تمہید کے بعد اور اس مشکل کے ذکر کے بعد ہم آپ کے سامنے بانیٔ بہائیت جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی حقیقت پیش کریں۔ ہم آج بھی یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس ذیل میں بہائیوں پر حجت کے طور پر صرف بہائیوں کی مسلّمہ کتابوں اور ان کے مسلّمہ عقائد کو ہی پیش کیا ہے اور ہم خوش ہونگے کہ اگر بہائی ان حوالہ جات میں سے جو ہم ان کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں کسی حوالہ کو اپنا غیر مسلّمہ یا غلط قرار دیں۔ ہم نے التزام کیا ہے کہ بہائی صاحبان کی طرف وہی عقائد اور وہی باتیں منسوب کی جائیں جو

انہیں بلا چون و چرا مسلّم ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلکِ تقیہ کے ماتحت ان عقائد کے اظہار کو ناپسند کریں۔ لیکن ہمارا یقین ہے کہ وہ ان کی صحت کا انکار نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم اظہارِ حقیقت کے فرض کو ادا کرتے ہوئے ان کے ان عقائد و مسائل کو پیش کرنے میں معذور ہیں۔

جناب بہاء اللہ ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء کو ایران کے دار السلطنت طہران میں پیدا ہوئے تھے۔ بہائیوں کا بیان ہے کہ:۔

"آپ کے والد ماجد کا نام میرزا عباس نوری تھا جو گورنمنٹ طہران کے ایک وزیر تھے۔ آپ کا خاندان بہت دولت اور آپ کے متعدد رشتہ دار حکومت کے مختلف عہدہ ہائے سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔" (عصرِ جدید اردو ص ۲۱)

آپ کی بائیس برس کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہوا ۱۸۴۴ء میں ستائیس برس کی عمر میں جناب بہاء اللہ نے جناب علی محمد باب کے دعویٰ بابیت پر ایمان کو مان لیا اور بابی بن گئے۔ باب کی زندگی میں بھی اور ان کے قتل کئے جانے کے بعد بھی جناب بہاء اللہ کو بابیوں میں خاص عظمت حاصل تھی۔

بہائی تاریخ کہتی ہے کہ باب کے قتل کے گیارہ بارہ سال بعد آپ نے پہلے تو بغداد میں اپنے "چیدہ احباب" کو اپنے دعویٰ کی "خوشخبری" سنائی اور پھر کچھ عرصہ بعد ایڈریانوپل میں عام طور سے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا جسے بابیوں کی کثیر جماعت نے قبول کیا اور بہائی کہلانے لگے

ایک چھوٹی سی جماعت نے میرزا یحییٰ کی سرکردگی میں نہایت شدت سے اس کی مخالفت کی اور آپ کے مٹانے کی سازشوں میں آپ کے پرانے دشمن شیعوں سے جاملے "۔ (عصر جدید اردو ص۳۷)

اس وقت ہم صرف جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی چھان بین کرنا چاہتے ہیں۔ آج کے اس مقالہ کا مدعا صرف یہ ہے کہ جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کا تعیّن کیا جائے۔ اسلئے اس وقت ہم اس دعویٰ کے دیگر نتائج و اثرات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ سو عرض ہے کہ جہاں تک ہم نے بہائی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی نوعیّت خواہ کچھ متعیّن ہو وہ بہرحال نبوّت کا دعویٰ نہیں ہے۔ بہائی صاحبان بھی اس کو نبوّت کا دعویٰ قرار نہیں دیتے بلکہ نبوّت سے بالا کوئی اور چیز ٹھہراتے ہیں چنانچہ بہائی مبلّغ ابوالفضل صاحب لکھتے ہیں:۔

" اینکہ جناب شیخ گمان فرمودہ اند کہ شاید ادّعائے ایشاں ادّعائے نبوّت باشد محض وہم و گمانِ خود جناب شیخ است و ہرکس با اہلِ بہاء معاشر و یا از کتب ایں طائفہ مطلع باشد میداند کہ نہ در الواحِ مقدسہ ادّعائے نبوّت وارد شدہ و نہ بر السنۂ اہلِ بہاء لفظِ نبی برآں وجودِ اقدس اطلاق گشتہ "

(الفرائد ص۲۷)

ترجمہ:۔ شیخ (عبدالسلام) کا یہ خیال کہ باب اور بہاء نے دعویٰ نبوّت کیا ہے سراسر وہم و گمان ہے ہر شخص جو بہائیوں

سے واقف ہے یا ان کی کتابوں پر اطلاع رکھتا ہے خوب جانتا ہے کہ نہ الواح میں دعویٰ نبوّت پایا جاتا ہے اور نہ اہلِ بہاء نے کبھی باب یا بہاء اللہ کے لئے لفظ نبی کا استعمال کیا ہے "۔

بہائی رسالہ کوکب ہند میں لکھا ہے:۔

" نہ تو آیۂ مبارکہ میں نبی کا لفظ ہے۔ نہ فرقان کے موعود کو نبی کہا گیا۔ نہ اہلِ بہاء حضرتِ بہاء اللہ جلّ ذکرہٗ الاعظم کو نبی مانتے ہیں۔ اور کوکبِ ہند میں بارہا اس کا اعلان کیا جا چکا ہے "۔

(رسالہ کوکبِ ہند دہلی جلد ۶ ص۔۔ ۷ / مئی ۱۹۲۸ء)

بہائیوں کی کتاب "البہائیۃ" مطبوعہ مصر میں لکھا ہے:۔

" انّ حضرۃ البہاء وحضرۃ عبد البہاء و حضرۃ الباب لم یدّع احدٌ منہم النبوّۃ "

(البہائیۃ ص۴۹)

اہلحدیثوں کے بہت بڑے عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے پہلے لکھا تھا کہ بہاء اللہ مدّعیٔ نبوّت تھے۔ اس پر جب انہیں جماعت احمدیّہ کی طرف سے توجہ دلائی گئی اور ان کے سامنے اہلِ بہاء کے حوالجات رکھے گئے اور ادھر سے بہائیوں کے رسالہ کوکب ہند نے بھی اعلان کر دیا کہ ہم بہاء اللہ کو نبی نہیں مانتے تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار میں لکھا کہ:۔

" ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑا دعویٰ نبوّت کا

رسالت ہے اسلئے ہم آج تک کہتے رہے کہ شیخ بہاء اللہ نبوت کے مدعی تھے۔ مگر آج ان کی جماعت کے ارگن کوکب ہند نے ہمارے اس خیال کی بڑی سختی سے تردید کی۔"

(اخبار اہلحدیث جلد ۲۵ ؁ ۳۵ ۶ر جولائی ۱۹۲۸؁ء)

اسی سلسلہ میں مولوی صاحب نے پھر لکھا:۔

"ہمیں کیا ضرورت کہ ہم ان کی نبوت پر اصرار کریں اور ہمارے فاضل نامہ نگار مولوی محمد حسین صابری بریلوی کو کیا مطلب کہ وہ قادیانیوں کے حملے سے ان کی مدافعت کریں کہ شیخ بہاء اللہ نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ پس صابری صاحب ان دونوں (قادیانیوں اور بہائیوں) کو چھوڑ دیں کہ باہمی نمٹ لیں۔ ہم کاہے کو کسی کا مسلمہ عقیدہ تبدیل کریں یا تبدیل کرنے پر زور دیں بلکہ ہم وہی کہیں گے جو خود بہائی اپنا عقیدہ ظاہر کریں گے۔"

(اخبار اہلحدیث جلد ۲۵ ؁ ۳۵ مورخہ ۶ر جولائی ۱۹۲۸؁ء)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ مولوی محفوظ الحق صاحب علمی بہائی مبلغ کے وہ الفاظ بھی پیش کر دیں جو انہوں نے کوکب ہند دہلی میں شائع کرتے ہوئے جناب بہاء اللہ کے دعوئ نبوت کا انکار کیا تھا اور ان کے ظہور کو مستقل خدائی ظہور تسلیم کیا تھا وہ لکھتے ہیں:۔

"اہل بہاء دورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ امت محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے۔

اسلئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو نبوت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے۔ اور یہ دورِ نبوت کے ختم ہونے کا کھلا اعلان ہے اسی لئے اہل بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعود کل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔"

(کوکب ہند جلد ۶ ؁ ۲ ص ۲۹ - ۲۲ر جون ۱۹۲۸؁ء)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ بہائیوں کے نزدیک بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بہائی لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی خاتم النبیین مانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ ان کے نزدیک اب انبیاء کا دور ہی ختم ہو چکا ہے۔ نبیوں کی کسی قسم کی بعثت کے بہائی لوگ قائل نہیں۔

پس ماننا پڑے گا کہ جناب بہاء اللہ کا دعویٰ اور خواہ کچھ ہو وہ نبوت کا دعویٰ بہرحال نہیں۔ ہاں مندرجہ بالا حوالہ کوکب ہند سے عیاں ہے۔ کہ بہائیوں کے نزدیک وہ دعوئ نبوت سے بالاتر دعویٰ ہے اور وہ مستقل خدائی ظہور ہے۔

آیئے اب ہم جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی مثبت تعیین کریں۔ ہمارے نزدیک ہر قسم کی جنبہ داری سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے وہ ماحول مدنظر رکھیں جس میں جناب بہاء اللہ نے دعویٰ کیا اور پھر انکے اُن عقائد کو بھی مدنظر رکھیں جو دعویٰ کے وقت ان کے دل و دماغ پر حاوی

تھے ان دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب بہاءاللہ کے اِدّعا کے الفاظ کو سامنے رکھکر ہم صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ تحقیق کا یہ طریق درست طریق ہے اور کوئی منصف مزاج بہائی بھی اس پر معترض نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ جناب بہاءاللہ شیعہ گھرانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ امام غائب کے منتظر تھے۔ فرقۂ شیخیہ کی جس شاخ میں بہاءاللہ کے پیشوا باب نے تعلیم و تربیت پائی تھی وہ سب اعتقاد رکھتے تھے کہ الامام المنتظر فوری طور پر ظاہر ہونے والا ہے۔ شیعہ صاحبان کا یہ بھی ... ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کسی قسم کی اجتہادی یا تعبیری غلطی نہیں ہو سکتی۔ باب کی زندگی میں بہاءاللہ کو باب کے خاص مرید ہونے کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ ہم جانتے ہیں اور بہائیوں کو مسلّم ہے کہ بابی تحریک میں بدشت کانفرنس میں قرآنی تعلیم اور اسلامی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت قائم کرنے کا خیال درحقیقت جناب بہاءاللہ اور قرۃ العین کا ایجاد کردہ ہے ان حالات میں باب کے نئی شریعت کو پیش کرنے کی سکیم میں ناکام قتل ہو جانے سے جناب بہاءاللہ کو بے انتہا صدمہ پہنچنا ضروری تھا۔ اس جگہ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بابی اور بہائی عقیدہ کے مطابق لفظی الہام و وحی اور فرشتہ کے نزول کا کوئی سوال نہیں بلکہ اپنے امام کے ہر توہم و تحریر کو وہ لوگ وحی خیال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ چنانچہ باب کے متعلق لکھا ہے :-

"ودعی (الباب) هذه الکتب صحفاً الهامیة
وکلمًا فطریة ولدی التحقیق علم انه لیس
یدعی نزول الوحی وهبوط الملك علیه"

(مقالہ سیاح عربی ص۶۷)

کہ باب اپنی کتابوں کو الہامی صحیفے کہتے تھے مگر وہ وحی کے نزول اور فرشتہ کے اترنے کے قائل نہ تھے۔ گویا وہ اپنے الفاظ کو ہی وحی ٹھہراتے تھے۔ جناب بہاءاللہ باب کے مرید تھے۔ بہائیوں کا عقیدہ تو یہاں تک ہے کہ باب نے جو البیان لکھی ہے وہ درحقیقت بہاءاللہ نے وحی کی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"وقد قرر الباب کما ذکرنا ان البیان قد اوحی الیه ممن یظهره الله" (عصر جدید عربی ص۵۳)

کہ باب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس پر البیان کی وحی من یظہرہ اللہ کی طرف سے ہوئی ہے"

اس جگہ ضمنی لطیفہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ بہائی لوگ نہ صرف اپنے عقائد کو چھپاتے ہیں، اپنی کتابوں کو چھپوانے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ آئے دن اپنی کتابوں میں کتر و بیونت بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے اس بیان سے بہائی صاحبان کو تکلیف ہوگی مگر افسوس ہے کہ ہم بھی نہایت رنج کے ساتھ یہ حقیقت ذکر کرتے ہیں ہم اس اعلان کی ذمہ داری کو بخوبی سمجھتے ہوئے اس جگہ اسی زیر نظر حوالہ کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

بہائیوں نے "عصرِ جدید اور بہاء اللہ" کتاب کو پہلے انگریزی میں شائع کیا ہے۔ اس کا اُردو اور عربی میں ترجمہ محافل بہائیہ نے شائع کرایا ہے۔ زیرِ نظر اقتباس انگریزی میں بایں الفاظ موجود ہے :-

'The Bab as we have seen, declared that his Revelation, the Bayan, was inspired by and emanated from "Him whom God shall make manifest"

(Banallah and the new era P. 55

عربی ترجمہ میں بھی یہ مضمون موجود ہے لیکن اس کتاب کا اُردو ترجمہ جسے "محفل ملی بہائیان ہند و برما" نے شائع کیا ہے اس میں یہ حوالہ سارے کا سارا حذف کر دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اُردو عصرِ جدید صفحہ ۵۶)

اس ضمنی افسوسناک لطیفہ کے ذکر کے بعد ہم پھر اصل مضمون کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ بہائیوں کے نزدیک باب پر البیان بہاء اللہ نے نازل کی تھی۔ بابی ان کا دعویٰ جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جناب بہاء اللہ اور بہائی تو یہ ادّعا رکھتے ہیں اسلئے ان کے اس خیال سے انکا عقیدہ دربارہ وحی ظاہر ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ بہاء اللہ اپنی تحریرات کو شروع سے وحی اور الہام قرار دیتے رہے ہیں۔ انہوں نے بغداد کے قیام کے

عرصہ میں باب کے ایک شاگرد کی حیثیت سے کتاب "ایقان" لکھی تھی۔ جس کے متعلق مسلّم ہے کہ :-

"در این کتاب (ایقان) بہاء اللہ ہنوز از مقامِ خود سخنے نمیدارد، بلکہ خود را چون تلمیذے از باب جلوہ مے دہد"

(تاریخ امر بہائی صفحہ ۳۱)

لیکن اس کتاب کے آخر پر بہاء اللہ خود لکھتے ہیں :-

"المنزول[1] من الباء والهاء"

کہ یہ کتاب الباء والہاء یعنی بہاء اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے گویا بہاء اللہ خود وحی نازل کرنے کے دعویدار تھے۔ بہائی تاریخ میں لکھا ہے کہ عکا میں جب جناب بہاء اللہ کو ہر طرح کی سہولت اور فراخی تھی تو وہ "الواح آثار نے اور کتبِ مقدسہ لکھنے" میں وقت صرف کیا کرتے تھے۔ مصنف عصرِ جدید لکھتے ہیں :-

---

[1] عربی زبان میں "نَزَلَ" فعل لازم ہے۔ اس سے اسم مفعول "مَنْزُوْلٌ" کے وزن پر نہیں آتا۔ اس لئے عربی دان اصحاب سے معذرت کے ساتھ اسے درج کیا جا رہا ہے مگر یاد رہے کہ اہلِ بہاء کے ہاں اس قسم کی صدہا غلطیاں موجود ہیں۔ مزید برآں قابلِ تعجب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان غلطیوں کے صحیح ہونے پر اصرار ہے ۔۔۔ منہ

"The time of Bahaullah was spent for the most part in prayer and meditation, in writing the sacred books, revealing tablets, and in the spiritual education of the friends." (P. 56)

ترجمہ:۔ آپ کا وقت زیادہ تر عبادت و ذکر و شغل، دعا و مناجات کتب مقدسہ اور الواح کے نزول اور احباب کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں گذرتا۔" (بہاء اللہ و عصر جدید اردو ص۴۶)

خود جناب بہاء اللہ نے شریعت اقدس میں اپنے آپ کو "ربّ ما یریٰ و ما لا یریٰ" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"قد حضرت لدی العرش عرائض شتی من الّذین آمنوا وسئلوا فیها الله ربّ ما یریٰ وما لا یریٰ ربّ العالمین لذا انزلنا اللوح وزیّنّاه بطراز الامر لعلّ النّاس باحکام ربّهم یعملون وکذالک سئلنا من قبل فی سنین متوالیات وامسکنا القلم حکمة من لدنا الی ان حضرت کتب من انفس محدودات فی تلک الایّام لذا اجبناهم بالحق بما تحیی به القلوب" (... نمبر۲۰۲ و نمبر۲۱۶)

اس منقیم عربی کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ بہت سے لوگوں نے خطوط کے ذریعہ بارگاہِ ربّ العالمین (بہاء اللہ) میں درخواستیں کیں اور سوالات پوچھے تھے اسلئے اب سالہا سال کے بعد ہم نے یہ کتاب (اقدس) تصنیف کر دی ہے تاکہ لوگ اس پر عمل کریں۔

اس سے ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ کا عقیدہ یہی تھا کہ وہ وحی نازل کرتے ہیں اور ان کا ہر قول اور ہر تحریر یہ وحی والہام ہے۔

جناب بہاء اللہ کے اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ ہمیں اس ماحول کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے جس میں آپ نے دعویٰ کیا تھا جناب باب کے قتل کے بعد شاہِ ایران پر بابیوں کے حملے کے سلسلہ میں بہاء اللہ کو قید کیا گیا۔ اس قید سے ان کی ذہنی اور دماغی قوتوں پر بہت بُرا اثر پڑا تھا وہ لکھتے ہیں:۔

(الف) "ارضِ طا (طہران) کے قید خانہ میں ٹھہرنے کے ایام میں بیڑیوں کی تکلیف اور بدبودار ہوا ہوس کے باعث نیند بہت ہی کم آتی تھی لیکن بعض اوقات جب نیند آتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سر کے اُوپر سے کوئی چیز سینہ پر گر رہی ہے۔ جیسے کوئی بڑی نہر بلند پہاڑ کی اونچی چوٹی سے زمین پر گر رہی ہو۔ اور اس سبب سے تمام اعضاء میں سے آگ کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور اس وقت زبان وہ کچھ پڑھتی تھی جسے سننے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں"

(لوح ابن ذئب اردو ص۱۷)

(ب) "اس قید خانہ میں دن رات ہم بابیوں کے اعمال و احوال کو

سوچتے تھے کہ اس قدر بلندی و برتری اور فہم و ادراک رکھتے
ہوئے ان سے ایسا کام ظاہر ہوا یعنی ذاتِ شاہانہ پر جرأت
سے حملہ کرنا۔ پھر اس مظلوم نے ارادہ کر لیا کہ قید خانہ سے نکل کر
پوری ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو تہذیب و شائستگی
سکھانے کھڑا ہو گا۔" (لوحِ ابنِ ذئب ص۱۲)

گویا بہاء اللہ نے طہران کے قید خانہ میں ہی بابیوں کی سرداری کے لئے کھڑا ہونے کا عزم کر لیا تھا۔ لیکن بغداد میں جا کر ناسازگار حالات کی وجہ سے وہ اپنے خیال کو دبائے رہے اسی دوران میں وہ سلیمانیہ کے پہاڑوں میں اچانک چلے گئے اور دو سال تک نہایت خستہ حالت میں پھرتے رہے خود لکھتے ہیں :-

"یہ مظلوم ہجرت دو سالہ سے جس میں پہاڑوں اور بیابانوں
میں رہا اور بعض لوگوں کے سبب جو مدت تک بیابانوں میں تلاش
کرتے رہے دارالسلام (بغداد) واپس آیا۔"
(لوحِ ابنِ ذئب اردو ص۱۱۷)

اب معزز سامعین خود غور فرمالیں کہ وحی کے متعلق مندرجہ بالا عقیدہ رکھنے والا انسان جب ان حالات سے دوچار ہو گا اور وہ دعویٰ کرنا چاہیگا تو کیا دعویٰ کرے گا؟

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بابیوں میں سے کم از کم پانچ آدمی بہاء اللہ سے پہلے "من یظھرہ اللہ" کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ پروفیسر براؤن نے اُن کے

نام و حالات لکھے ہیں۔ وہ نام یہ ہیں :-

"(۱) مرزا اسد اللہ تبریزی
(۲) مرزا عبد اللہ غوغاء
(۳) حسین میلانی
(۴) سید حسین ہندیانی
(۵) مرزا محمد زرندی" (مقدمہ نقطۃ الکاف ص۳)

جناب بہاء اللہ کے دعویٰ کی نوعیت کے سلسلہ میں ان کی کتاب "ایقان" کا یہ حوالہ بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جناب بہاء اللہ "ایقان" میں لکھتے ہیں :-

"وفقنا اللہ و ایاکم یا معشر الروح لعلکم
بذلك فی زمن المستغاث[1] توفقون ومن
لقاء اللہ فی ایامہ لا تحتجبون۔" (ایقان ص۱۳۹)

ترجمہ :- اے روحانی جماعت! (یعنی بابی صاحبان) اللہ
ہم کو اور تم کو زمانہ مستغاث میں توفیق بخشے کہ ہم اللہ کے
ظہور کے ایام میں اس کی ملاقات سے حجاب میں نہ رہیں۔"

لفظ المستغاث کے عدد ۲۰۰۱ ہیں۔ اسلئے بابی لوگ بہاء اللہ کو اس کا مستحق نہیں مانتے۔ مگر ہمارا مدعا یہ ہے کہ جناب بہاء اللہ اپنے مخصوص عقائد کے ساتھ ساتھ اپنے دعویٰ کے لئے میدان تیار کر رہے تھے لیکن بغداد

---

[1] المستغاث کے عدد ۲۰۰۱ ہیں۔ منہ

کے ایام میں اعلانِ دعویٰ کو ذرا مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے۔ لکھا ہے:۔

"کسے کہ باب بظہورش چوں مظہر کلی الٰہی بشارت دادہ خود او
میباشد و ایں را خدا مقرر فرمودہ کہ ہادی و قائد آنہا گردد۔
ولکن تا اکنوں بہ تشہیر ایں مسئلہ مصلحت ندیدہ زیرا
احباء ہنوز استعداد ادراک آنرا نداشتہ اند، و علاوہ
وقتِ تعدیل و تجدید ایں نہضہ نہ رسیدہ بودہ"
(تاریخ امر بہائی صـ۲۹)

ترجمہ:۔ باب نے جس شخص کے ظہور کی مظہر الٰہی کلی کے نام سے
بشارت دی تھی بہاء اللہ اپنے آپ کو اس کا مصداق جانتے تھے
لیکن ابھی تک اس مسئلہ کی تشہیر کو خلافِ مصلحت سمجھتے تھے
کیونکہ دوستوں میں ابھی تک اس کے ادراک کی قابلیت نہ تھی
علاوہ ازیں اس تحریک (بابیت) کی درستگی اور تجدید کا ابھی
وقت نہ آیا تھا"

بہرحال ان مشکلات کے باوجود اور اس ماحول میں جناب بہاء اللہ نے دعویٰ کر دیا۔ ان کے اس دعویٰ کی نوعیت کو جاننے کے لئے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اہلِ بہاء خدا کے انسانی جامہ میں آنے کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ جس طرح عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح میں ناسوتی اور لاہوتی طبیعت تھی اسی طرح بہاء اللہ کے اندر ہے مسیح کی دو طبیعتوں کا ذکر بہائیوں نے ان الفاظ میں

کیا ہے کہ:۔

"علماء سوریہ و سائر بلادِ شرق حضرتِ عیسیٰ را دارائے
دو طبیعت و شیت دانستند و آں عبارت است از شیتِ
لاہوت و شیت لاسوت یعنی الوہیت و بشریت"
(الفرائد مصنفہ ابوالفضل بہائی صـ۷۹)

بہائیوں کے نزدیک بہاء اللہ میں ان طبیعتوں کے پائے جانے کے متعلق ذیل کی عبارت گواہ ہے:۔

"مقصود از اصلِ قدیم دیا اصلِ قویم و یا بحرِ محیط با قوام
حقیقتِ نورانیہ الٰہیہ است، کہ مؤثر در وجود و محیط بر
عوالمِ غیب و شہود است۔ حضرتِ من ارادہ اللہ، روح
ماسواہ فداہ، از آں روئیدہ و از آں بحر منشعب شدہ اند۔
و دیگراں از اصلِ حادث کہ مقام ظاہری جسمانیست
روئیدہ، و از جنبۂ ناسوتی خلق شدہ اند"
(دروس الدیانہ مطبوعہ مصر صـ۹۲ درس پنجاہ و نہم)

بہائی صاف مانتے ہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ کہ حضرت مسیح انسانی ہیکل میں خدا کی آمد تھے" بالکل صحیح ہے۔ لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے اور عیسائیوں نے آپ
کے ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار
کیا۔ آپ کے چہرہ میں انہوں نے خدا کے چہرہ کو دیکھا۔

اور آپ کے لبوں سے انہوں نے خدا کی آواز کو سنا حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں ..... کہ ربّ الافواج دنیا کے بلانے اور بچانے والے کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری ایّام میں واقع ہونے والی ہے اس سے سوائے اس کے اور کچھ مراد نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر ہوگا جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل (جسم) کے ذریعہ ظاہر کیا تھا۔ اب اس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا ہے جس کے لئے یسوع اور تمام پہلے انبیاء لوگوں کے قلوب تیار کرنے آئے تھے۔"

(بہاء اللہ و عصر جدید صـ۲۵)

پھر ان کے نزدیک بہاء اللہ کی زندگی میں "بشری اور الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا" لکھا ہے :۔

"حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتاً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقام بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اسی طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرے اور لوگوں کو رضائے الٰہی کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ

بن کر دکھائے۔ آپ کی تمام زندگی رُوح القدس سے بھرپور تھی۔ اسلئے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔" (بہاء اللہ و عصر جدید صـ۵۳)

۳۔ بہائی لوگ بہاء اللہ کو "جمالِ غیب در ہیکلِ ظہور" مانتے ہیں۔ لکھا ہے :۔

"جمالِ غیب در ہیکلِ ظہور میفرماید۔ اے احمد نفحہ از عرف گلستان قدس روحانیم بر عالم ہستی و زید جمیع موجودات را بطراز قدس صمدانی مزیّن فرمودہ۔" (الواح صـ۲۱۷)

اس سلسلہ میں جناب عبد البہاء کا قول بالکل فیصلہ کن ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت بہاء اللہ کے احکام بالکل ایک سے ہیں اور ان کے طریقے بھی ایک سے ہیں۔" (بہاء اللہ و عصر جدید صـ۱۱۶)

حضرات! آپ نے اس ماحول کا بھی اندازہ لگا لیا جس میں جناب بہاء اللہ نے دعویٰ کیا تھا۔ اور پھر آپ نے ان عقائد کا بھی ایک حد تک جائزہ لے لیا ہے جو اس وقت جناب بہاء اللہ کے دل و دماغ پر مستولی تھے۔ آیئے اب ہم آپ کو جناب بہاء اللہ کا دعویٰ ان کے اپنے الفاظ میں سُنائیں۔ یاد رہے کہ یہ چند اقتباسات اُن صدہا اقتباسات میں سے بطور نمونہ ہیں جو بہاء اللہ کی تحریرات میں اس قسم کے پائے جاتے ہیں :۔

(۱) اپنی کتاب مبین صـ۵۳ پر لکھتے ہیں :۔

"قد ظهرت الکلمة التی سترها الابنُ انّما
قد نُزِّلت علیٰ هیکل الانسان فی هٰذا الزّمان
تبارك الرّبّ الّذی قد اتی بمجده الاعظم
بین الاُمم"

کہ وہ کلمہ جسے بیٹے نے پردے میں رکھا تھا وہ ظاہر ہوگیا
ہے اور وہ اس زمانہ میں ہیکل انسانی پر اُترا ہے مبارک ہے،
وہ رب جو اپنی عظمت کے ساتھ امتوں کے درمیان آیا ہے"۔

(۲) مجموعہ اقدس صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں :-

ذکری الاعظم ینادی من فی الامکان الی الله
مالك الادیان انا بعثناه علیٰ هیکل الانسان"

"میرا ذکر سب ممکن الوجود کائنات کو خدا مالک الادیان کی
طرف بُلا رہا ہے۔ ہم نے اسے انسانی ہیکل میں مبعوث کیا ہے"

(۳) بہاء اللہ صاف طور پر لکھتے ہیں :-

"یا قوم طهّروا قلوبکم ثمّ ابصارکم لعلّکم
تعرفون بارئکم فی هٰذا القمیص المقدس
المليح"

کہ اے لوگو! اپنے دلوں کو پاک کرو۔ پھر اپنی آنکھوں کو
پاک کرو تا کہ تم اپنے خالق و باری کو اس پاک اور چمکدار قمیص
میں پہچان سکو"۔ (مبین صفحہ ۳۰)

(۴) الواح میں بہاء اللہ لکھتے ہیں :-

"انا لو نخرج من القمیص الذی لبسناه
لضعفکم لیفدینّی من فی السماوات والارض
بانفسهم و ربّك یشهد بذلك ولا یسمعه
الّا الذین انقطعوا عن کلّ الوجود حُبًّا لله
العزیز القدیر"

ترجمہ :- اگر ہم اس قمیص کو اتار دیں جو ہم نے محض تمہاری
کمزوری کے خیال سے اوڑھ رکھی ہے۔ تو مجھ پر سب زمین و آسمان
والے اپنے آپ کو قربان کر دیں۔ تیرا رب یہ شہادت دیتا ہے
لیکن اس شہادت کو صرف وہی لوگ سنتے ہیں جو خدائے عزیز و قدیر
کی محبت میں سب موجودات سے منقطع ہوگئے ہیں"۔ (الواح صفحہ ۳)

(۵) اپنے ایک شاگرد کو اپنے سے یوں دعا مانگنے کی تلقین کرتے ہیں :-

اسألك بجمالك الاعلیٰ فی هٰذا القمیص
الدری المبارك الابهیٰ بأن تقطعنی عن کلّ ذکر
دون ذکرك"

"میں تیرے اس جمالِ اعلیٰ کا جو اس روشن اور مبارک چمکدار قمیص
میں روشن ہے واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے ذکر
کے علاوہ ہر ذکر سے منقطع کرلے"۔ (الواح صفحہ ۱۹)

(۶) اپنی کتاب "اقتدار" میں اپنا مقام بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں :-

اذا یراہ احد فی الظاہر مجید علی ہیکل
الانسان بین ایدی اہل الطغیان و اذا یتفکر
فی الباطن یراہ مہیمناً علی من فی السماوات و
الارضین "

کہ جب کوئی اسکے ظاہر کو دیکھتا ہے تو اسے ظالموں کے سامنے
انسانی ہیکل نظر آتی ہے مگر جب وہ باطن میں سوچتا ہے تو اُسے
وہ آسمانوں اور زمینوں کا کارساز اور مہیمن نظر آتا ہے "
(اقتدار ص۱۱۱)

بتایا جائے کہ کیا کبھی کسی انسان نے ان الفاظ سے زیادہ واضح الفاظ
میں الوہیت کا دعویٰ کیا ہے ؟

(۷) لوح ملکہ روس میں بہاء اللہ نے لکھا ہے :-
" قد اتی الاب و الابن فی الوادی المقدس "
کہ باپ اور بیٹا دونوں اس وادی مقدس میں آگئے ہیں "
(مبین ص۲۷)

گویا جن معنوں میں نصاریٰ حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں انہی معنوں
میں بہاء اللہ کو باپ ہونے کا دعویٰ ہے ۔

(۸) مجموعہ اقدس میں بہاء اللہ کا قول ہے کہ :-
" قد کان المظلوم معکم یسمع و یری و
ہو السمیع البصیر " (مجموعہ اقدس ص۱۲۵)

ترجمہ :- یہ مظلوم (بہاء اللہ) تمہارے ساتھ ہے، وہ تمہاری
باتوں کو سنتا ہے اور تمہارے حالات کو دیکھتا ہے اور وہ
سمیع و بصیر ہے "

(۹) اپنے حاضر ناظر ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بہاء اللہ لکھتے ہیں :-
" یا اہل الارض اذا غربت شمس جمالی و
ستِرت سماء ہیکلی لا تضطربوا قوموا علی
نصرۃ امری و ارتفاع کلمتی بین العالمین
انا معکم فی کل الاحوال و ننصرکم
بالحق انا کنا قادرین " (اقدس ص۸۶-۸۷)

ترجمہ :- اے اہل زمین ! جب میرے جمال کا سورج غروب
ہو جائے اور جب میری ہیکل کا آسمان چھپ جائے تو تم مضطرب
نہ ہونا بلکہ میرے امر کے پھیلانے اور اس کی تائید کیلئے کمربستہ
کھڑے ہو جانا ۔ ہم ہر حال میں تمہارے ہوں گے اور تمہاری
نصرت کریں گے ۔ ہم قادر ہیں "

(۱۰) جناب عبد البہاء بہاء اللہ کے حاضر ناظر ہونے کے دعویٰ کی تائید
کرتے ہیں ۔ چنانچہ بدائع الآثار جلد ۲ ص۲۷۳ میں لکھا ہے کہ جناب عبد البہاء
نے کہا کہ :-

" جمال مبارک بنصِ صریح در کتاب وعدہ فرمودند " نراکم
من افقی الابہیٰ و ننصر من قام علی نصرۃ امری

بجنود من الملأ الاعلیٰ وقبیل من الملائکۃ المقرّبین" نوید فرمودند"

یعنی بہاء اللہ نے اپنی کتاب میں یہ بشارت دی ہے کہ میں تم کو اپنی افق اعلیٰ سے دیکھتا ہوں۔ جو شخص میرے دین کی تائید کیلئے کھڑا ہوگا۔ میں اس کی مدد ملأ اعلیٰ کے لشکروں اور مقرّب فرشتوں کی جماعت سے کروں گا"

(۱۱) بہائی لوگ بہاء اللہ سے ہی دعائیں کرتے ہیں اسی کو مجیب الدعوات مانتے ہیں۔ اس کے لئے چند حوالہ جات پیش ہیں:-

(الف) بہائیوں کی کتاب دروس الدیانۃ کے درس نمبر ۹ میں لکھا ہے:-

"چنانچہ ذکر شد در قلب باید متوجہ بجمال قدم و اسم اعظم باشیم۔ زیرا مناجات ورازو نیاز ما با اوست وشنوندۂ جز او نیست و اجابت کنندۂ غیر او نہ"

کہ دعا مانگتے وقت ہمارا دل بہاء اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری دعائیں اور ہمارے تمام راز و نیاز اسی سے ہیں۔ اس کے سوا ہماری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا اور کوئی نہیں ہے"

(ب) مکاتیب عبد البہاء جلد ا صفحہ ۳۲۴ میں عبد البہاء ایک بہائی کو لکھتے ہیں:-

"نظر بالطاف جمال ابہیٰ نمائی زیرا فیوضات بے پایان است و فضل و بخشش بے حصر و کران ..... پس جمیع

توجہ را باید بالطاف او نمائیم آنچہ می طلبیم از و طلبیم و آنچہ آرزو داریم از و جوئیم"

کہ اپنی نظر جمال ابہیٰ (بہاء اللہ) کی مہربانیوں پر رکھو کیونکہ ان کے فیوض بے حد ہیں اور ان کے فضل اور بخششیں بے حساب ہیں ہمیں چاہیئے کہ اپنی ساری توجہ ان کی مہربانیوں پر رکھیں۔ ہم جو چاہتے ہیں ان سے مانگیں اور ہماری جو آرزو ہے ان کے حضور سے ان کے پورا ہونے کی التجا کریں"

(ج) بدائع الآثار جلد ا صفحہ ۱۳۹ میں عبد البہاء کا ایک تار شائع ہوا ہے جو وا شنگٹن کی دو عورتوں کے نام اس نے بھیجا تھا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:-

"من عبد البہاء ہستم حضرت بہاء اللہ بے مثل و نظیر است کل باید توجہ بہاء اللہ نمایند در دعا۔ ایں است مذہب عبد البہاء"

کہ میں بہاء اللہ کا بندہ ہوں حضرت بہاء اللہ کی ذات بے مثل و بے نظیر ہے سب کو چاہیئے کہ دعا میں اپنی توجہ بہاء اللہ کی طرف رکھیں۔ مجھ عبد البہاء کا یہی مذہب ہے"

(د) مکاتیب جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ میں بہاء اللہ کی تائیدات آسمانی کی نسبت عبد البہاء لکھتے ہیں:-

ملاحظہ نمودید کہ تائیداتِ جمالِ مبارک چگونہ احاطہ نمودہ۔"

کہ اے اہلِ بہاء! تم نے دیکھا کہ جمالِ مبارک (بہاء اللہ) کی تائیداتِ آسمانی نے کس طرح احاطہ کر لیا ہے۔"

(ذ) مکاتیب جلد ۲ ص ۲ میں عبدالبہاء نے تعلیم دی ہے:-

"یقین بدانید کہ در ہر محفلے داخل شوید در او روح آن محفل روح القدس موج می زند و تائیداتِ آسمانی جمالِ مبارک احاطہ می کند۔"

کہ اے اہلِ بہاء! جس محفل میں تم داخل ہو یقین رکھو کہ اس محفل میں روح القدس موج مار رہا ہے۔ اور جمالِ مبارک (بہاء اللہ) کی آسمانی تائیدات اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔"

(س) مکاتیب جلد ۲ ص ۲۲ میں عبدالبہاء بیان کرتے ہیں:-

"ہموارہ بدرگاہ جمالِ مبارک التجاء نمائیم و آن یارانِ رحمانی را موہبتِ آسمانی خواہیم۔"

کہ میں ہمیشہ جمالِ مبارک (بہاء اللہ) کی درگاہ میں دعا مانگتا ہوں اور ان رحمانی دوستوں کے لئے آسمانی بخشش کا طالب ہوں۔"

(ر) بدائع الآثار جلد اوّل میں لکھا ہے:-

"یقین است کہ حضرت بہاء اللہ شما را تائید

کہ میں عبدالبہاء یقین رکھتا ہوں کہ بہاء اللہ تم سب کی مدد فرمائیں گے۔"

پھر اسی جلد کے ص ۶۵ بدائع الآثار میں لکھا ہے:-

"از ملکوت بہاء اللہ بجہت شما تائید و توفیق می طلبم تا روز بروز مؤیدتر شود۔"

کہ میں عبدالبہاء بہاء اللہ کی جناب سے تمہارے لئے تائید چاہتا ہوں تاکہ دن بدن تم کو زیادہ سے زیادہ اس کی جناب سے مدد پہنچے۔"

(ص) بدائع الآثار جلد اوّل ص ۳۲ میں لکھا ہے:-

"از آستانِ حضرت بہاء اللہ می طلبم کہ جمیع شماہا را سرورِ ابدی بخشد و در ملکوتش عزیز فرماید۔"

کہ میں عبدالبہاء تم سب کے لئے بہاء اللہ کی درگاہ سے ابدی خوشی کا طالب ہوں اور یہ کہ وہ (بہاء اللہ) تم کو اپنی بادشاہت میں عزت عطا فرمائے۔"

(ش) مکاتیب جلد ۱ میں عبدالبہاء ایک اور شخص کو لکھتے ہیں:-

"جمالِ ابہی از ملکوتِ غیب و جبروتِ لاریب تائید میفرمائید و افواجِ عون و صون از جہان تتابع افواج میرسد۔ اگرچہ ضعیف و ذلیل و حقیریم لکن ملجاء و پناہ آستانِ آن حیّ توانا است۔"

کہ جمالِ ابہی (بہاء اللہ) اپنی غیبی سلطنت اور طاقت

سے تائید فرماتے ہیں اور اپنی مدد اور حفاظت کی فوجیں مسلسل فوجوں کی طرح بھیج رہے ہیں۔ اگرچہ ہم کمزور اور ذلیل اور حقیر ہیں لیکن ہماری پشت و پناہ وہی زندہ اور طاقت ور جمال ابہیٰ (بہاء اللہ) ہیں"

(ص) بدائع الآثار جلد ۱ صـ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ:-

"قدر این عنایات جمال مبارک را بدانیم و بشکرانہ قیام بر عبودیت نمائیم کہ در ملک و ملکوت نصرت و حمایت فرمودہ و ہدایت و اعانت نمودہ"

کہ عبد البہاء نے فرمایا کہ جمالِ مبارک (بہاء اللہ) کی ان مہربانیوں کی ہم کو قدر کرنی چاہیئے اور اس کے شکریہ میں کہ جمال مبارک (بہاء اللہ) نے ہماری ہر طرح تائید اور حمایت کی اور ہمیں ہدایت دیکر ہماری مدد فرمائی۔ ہم کو ان کی اطاعت کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیئے"

(ض) بدائع الآثار جلد ۱ صـ۱۴۳ میں لکھا ہے کہ:-

"خدام حضور را احضار فرمودہ .... بذکر تائیدات و مواہب جمال قدم اسم اعظم مشغول و ناطق کہ این عون و عنایت از قدرت اوست و این تائیدات بصرف جود و فضل اوست ورنہ ما عاجز و بندہ ضعیف ہستیم .... پس باید دائم بشکر عنایاتش پرداخت"

کہ عبد البہاء نے اپنے خدام کو اپنے حضور میں بلوایا اور جمال قدم کی تائیدات اور بخشش کا ذکر شروع کیا اور فرمایا کہ یہ مدد اور عنایت بہاء اللہ کی قدرت سے ہے اور یہ تائیدات محض اس کے فضل اور بخشش سے ہیں۔ ورنہ ہم کمزور اور عاجز بندے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہمیشہ بہاء اللہ کی عنایات کا شکر ادا کرتے رہیں"

(ط) بدائع الآثار جلد ۲ صـ۳۷ میں لکھا ہے:-

"پس از جلوس در شکر تائیدات جمال قدم و نصرت و حمایت اسم اعظم نطقے مختصر فرمودہ"

کہ عبد البہاء جب سفر یورپ سے واپس آئے اور اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے بیٹھنے کے بعد جمال قدم (بہاء اللہ) کی تائیدات فرمانے اور اسم اعظم (بہاء اللہ) کی مدد اور حمایت کے شکر میں مختصر سی تقریر فرمائی"

ان بارہ حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ نے اپنی قوم کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا تھا کہ میں موت کے بعد بھی حاضر ناظر ہوں گا اور تمہاری مدد کروں گا۔ تمہاری دعاؤں کو سنونگا۔ بہائیوں نے اسے درست قرار دیکر اسی کو اپنا معبود اور سمیع الدعوات مان رکھا ہے وہ اسی سے دعائیں کرتے ہیں اور اسی کو اپنا حامی و ناصر مانتے ہیں۔

(۱۳) جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں کہ میں ہی سب اشیاء کا خالق ہوں:-

"والذی ینطق فی السجن الاعظم انه لخالق
الاشیاء وموجد الاسماء قد حمل البلایا
لاحیاء العالم۔" (مجموعۂ اقدس ص۲۲۵)

ترجمہ:- جو اس عظیم قید خانہ سے بول رہا ہے وہی سب
چیزوں کا خالق ہے اور سب کو وجود بخشنے والا ہے اس نے دنیا
کو زندہ کرنے کی خاطر یہ بلائیں برداشت کی ہیں۔"

(۱۳) بہاء اللہ اپنے آپ کو نبیوں اور رسولوں کا خالق قرار دیتے
ہیں۔ اپنے صاحبِ استقامت مریدوں کو اس قول کی تلقین کرتے
ہیں:-

"قال صاحب الاستقامة الکبریٰ المؤمن
بالبہاء۔ ناقل) وقوله الحق لا یمنعه
ذکر النبی عن الذی بقوله یخلق
النبیین والمرسلین۔" (مجموعہ ص۲۴۴)

ترجمہ:- میرے یعنی بہاء اللہ کے صاحبِ استقامت مومن نے
کہا اور اس کا کہنا درست ہے کہ آنحضرت کا ذکر اسے اس وجود
(بہاء اللہ) سے نہیں روک سکتا۔ جس نے اپنے قول سے نبیوں
اور رسولوں کو پیدا کیا ہے۔"

(۱۴) بہاء اللہ اپنے آپ کو یفعل ما یشاء اور عصمتِ کبریٰ کے
مقام پر قرار دیتے ہیں جس میں کوئی شریک نہیں نہ نبی و رسول، نہ

خاتم النبیین اور نہ ملائکہ۔ بہاء اللہ لکھتے ہیں:-

"لیس لمطلع الامر شریك فی العصمة الکبریٰ
انه لمظهر یفعل ما یشاء فی ملکوت الانشاء
قد خص الله هذا المقام لنفسه وما قدر
لاحدٍ نصیبٌ من هذا الشان العظیم المنیع۔"

ترجمہ:- عصمتِ کبریٰ میں مطلع الامر یعنی بہاء اللہ کا کوئی شریک نہیں۔
ہے، یہ کائنات میں یفعل ما یشاء کا مظہر ہے۔ اللہ تعالے
نے یہ مقام صرف اپنے لئے مخصوص رکھا ہے اس بلند اور ناقابلِ
ارتقاء شان میں سے کسی کو کوئی حصہ نہیں ملا۔" (مجموعۂ اقدس ص۱۰۱)

(۱۵) جناب بہاء اللہ علم ما کان و ما یکون کے مدعی تھے۔ اقتدار ص۲۰۳
میں جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں:-

"ونفسی عندی علمُ ما کان وما یکون۔"
کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ مجھے گزشتہ اور آئندہ سب کا
علم ہے۔"

(۱۶) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ
مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ (سورۂ یونس: ۶۱)
کہ تیرے رب سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں بہاء اللہ لکھتے ہیں:-

"قد ظهر من لا یعزب عن علمه شیٔ۔" (اشراقات ص۱۱)
کہ وہ شخص ظاہر ہو گیا ہے کہ جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔"

گویا بہاء اللہ غنائی علمِ غیب کے مدعی تھے۔

(۱۷) بہاء اللہ زندگی میں اپنے آپ کو قبلۂ نماز قرار دیتے ہیں اور مرنے کے بعد اپنی قبر کو قبلہ اور مسجود ٹھہراتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"اذا اردتم الصلوٰۃ ولّوا وجوھکم شطری الاقدس المقام المقدس ـــ وعند غروب شمس الحقیقۃ والتبیان المقر الذی قدرناہ لکم۔"

(الاقدس)

کہ میری زندگی میں مجھے اور میرے مرنے کے بعد میری قبر کو قبلہ بنانا۔"

بہائی بھی عملاً اس قبر کو قبلہ ٹھہراتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

"قبلۂ ما اہلِ بہاء روضۂ مبارکہ است در مدینۂ عکّا کہ در وقتِ نماز خواندن باید رو بہ روضۂ مبارکہ بایستیم و قلباً متوجّہ بجمال قدم جلّ جلالہٗ و ملکوت ابہیٰ باشیم و اینست آں مقام مقدریکہ در کتاب اقدس از قلم اعلیٰ نازل شدہ۔"

(دروس الدیانۃ۔ درس ۱۹)

مطلب یہ کہ بہائیوں کا قبلہ بہاء اللہ کی قبر ہے جو عکّا میں قرار دی گئی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ بہائیوں کے حج و طواف کی جگہ باب اور بہاء اللہ کے گھر ہیں۔ کتاب الکواکب الدریہ فی مآثر البہائیہ کے صفحہ ۳۵۰ میں لکھا ہے:۔

"محلِ طواف و حجِ اہلِ بہاء یکے بیت نقطۂ اولیٰ در شیراز است و ثانی ایں بیت جمال ابہیٰ کہ در بغداد است۔"

کہ بہاء اللہ نے جن دو گھروں کے حج اور طواف کرنے کا کتاب اقدس میں بہائیوں کو حکم دیا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ گھر ہے جو شیراز (ملک ایران) میں علی محمد باب کا گھر ہے اور دوسرا یہ گھر جس میں بہاء اللہ بغداد میں رہتے تھے۔"

پھر علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہائی لوگ قبرِ بہاء کو سجدہ کرتے ہیں۔ بہجۃ الصدور صفحہ ۲۵۸ میں بیان ہوا ہے کہ:۔

"زائرینِ زیارت و طواف و تقبیل و سجدۂ عتبۂ مقدسہ اش نمودہ و نمائیندہ اند۔"

کہ بہاء اللہ کے مقدس آستانہ پر زیارت کرنے والے لوگ سجدہ کرتے اور بوسہ دیتے اور طواف کرتے تھے اور اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

میں خود اپنی آنکھوں سے عکّہ میں دیکھ آیا ہوں کہ بہائی لوگ بہاء اللہ کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔

جناب عبدالبہاء نے روضۂ مبارکہ کو ہی مسجود قرار دیا ہے۔ چنانچہ جناب عبدالبہاء نے سفرِ یورپ سے واپس آکر ۸ محرم کی صبح کو جو کام کیا تھا، وہ یہ تھا:۔

"جبینِ مبین را بر تراب آستانِ مقدس سودند۔"

کہ عبدالبہاء کرمل پہاڑ پر گئے۔ اور انہوں نے علی محمد باب کی قبر پر جا کر اپنا ماتھا رگڑا۔"

پھر بیان کیا کہ :-

"مسجود نیست کتاب اللہ مخصوص مقام اعلیٰ در روضۂ مبارکہ علیا
وبیت مبارک است - دیگر سجود بجہتے جائز نہ"

کہ خدا کی کتاب میں (جس سے مراد بہاء اللہ کی کتاب ہے) سجدہ کرنا تین جگہوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے - ایک مقام اعلیٰ کا سجدہ (جو علی محمد باب کی قبر کی جگہ ہے) دوسرے بہاء اللہ کے روضہ کا سجدہ تیسرے بہاء اللہ کے گھر کا سجدہ - اور یہ کہ ان تینوں جگہوں کے سوا کسی اور طرف سجدہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے"

بہائی دیوانِ نورش میں بہاء اللہ کی قبر کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

"جز خاکِ آستانِ تو مسجودِ خلق نیست
اے سجدہ گاہِ جان و روان روضۂ بہاء"

کہ اے روضۂ بہاء جو میری سجدہ گاہ ہے - تیرے آستانہ کی خاک کے سوا اور کوئی آستانہ نہیں ہے جس کو مخلوق سجدہ کرے"

پھر لکھا ہے ؎

"گردیدہ انبیاء ہمہ ساجد برایں تراب
اے قبلہ گاہِ کرّوبیاں روضۂ بہاء"

کہ اے روضۂ بہاء جو تمام مقرب فرشتوں کا قبلہ گاہ ہے تمام انبیاء نے بھی تیرے اس آستانہ کی مٹی پر سجدہ کیا ہے"

پھر اسی دیوانِ نورش کے ص۱۲۹ میں لکھا ہے ؎

اے مقصد و مقصودِ زماں روضۂ ابہیٰ
اے معبد و معبودِ جہاں روضۂ ابہیٰ
اے معنیٔ اسرارِ نہاں روضۂ ابہیٰ
اے سجدہ گہِ عالمیاں روضۂ ابہیٰ

کہ اے بہاء اللہ کے روضہ جو زمانہ کا مقصود اور مراد ہے - اور جہان کی عبادت گاہ اور لوگوں کا معبود ہے اور اے روضہ جو تمام پوشیدہ اسرار کی مراد اور مطلب اور دنیا کا سجدہ گاہ ہے"

پھر ایک اور بات دیکھنے والی ہے کہ اس بارے میں بہائی کیا تعلیم دیتے ہیں بالٹی مور اور کلولینڈ کے بہائیوں سے عبدالبہاء نے کہا تھا :-

(الف) "چوں بارضِ مقدسہ رسیم سر بر آستانِ روضۂ مبارکہ نہم و مویہ کناں از برائے شما طلب تائید کنم"

کہ جب میں واپس عکہ جاؤں گا تو میں بہاء اللہ کی قبر کی چوکھٹ پر سر رکھکر اپنے بال نوچتے ہوئے تم سب کے لئے مدد مانگوں گا"

(بدائع الآثار جلد ۱ ص۳۶۷)

(ب) "چوں بروضۂ مبارک رسم سر بر آستان گذارم و بجہت ہر یک از دوستان رجائے تائید کنم"

کہ جب میں بہاء اللہ کے روضہ پر پہنچوں گا تو اپنا سر اس کے دروازہ پر رکھ کر تم سب دوستوں (بہائیانِ کلولینڈ) کے لئے مدد کا خواستگار ہوں گا"

یہ بھی یاد رہے کہ بہجہ کی یہ قبر بہاء اللہ کی قبر ہونے کی وجہ سے مسجود دین بہی ہے۔ مرزا عبدالحسین بہائی اپنی کتاب "الکواکب الدریہ فی مآثر البہائیہ" ص۵۲۲ میں لکھتے ہیں:۔

"اولین زیارتگاہ مہم اہلِ بہاء کہ بسیار نزدِ شاں محترم است بہاں مضجع مطہر حضرت بہاء اللہ در بہجی عکا است و ایں مضجع مقدس محلِ توجہ اہلِ بہاء شد از بہاں وقتیکہ حضرتش در آنجا مدفون گشت۔"

کہ سب سے مقدم اور ضروری زیارتگاہ جو اہلِ بہاء کے نزدیک بہت بڑا احترام اور اعزاز رکھتی ہے وہ زیارت گاہ ہے جو بہجہ واقع عکا میں بہاء اللہ کا مدفن ہے جو بہاء اللہ کے وہاں دفن ہونے کے وقت سے اہلِ بہاء کا قبلۂ نماز ہے۔

حضرات! آپ خود ان تمام حوالہ جات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہلِ بہاء جناب بہاء اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کو معبود حقیقی سمجھتے ہیں اور ان کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ صورتِ حال ہے، دوسری طرف ہمارے سیدؐ مولیٰ حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لعن اللّٰہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصارٰی پر لعنت کرے کیونکہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

وفات کے وقت دُعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ لاتجعل قبری وثنًا یعبد۔ خدایا! میری قبر بُت نہ بن جائے کہ لوگ اس کی عبادت کرنے لگ جائیں۔

یہ ہے اسلامی توحید کا مقام اور وہ ہے بہائیت کی مشرکانہ تعلیم۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بہاء اللہ کا کیا دعویٰ ہے اور ان کے دعویٰ کا کیا اثر پیدا ہوا ہے صاف ظاہر ہے کہ وہ بہائیوں کو پھر اسلام سے پہلے کی بُت پرستی اور انسان پرستی کے گڑھے میں گرا رہے ہیں۔ انا للہ وانآ الیہ راجعون۔

بہائیوں کو بچپن سے تعلیم دی جاتی ہے کہ:۔

"درآں یوم جمالِ اقدسِ ابہیٰ بر عرشِ ربوبیتِ کبریٰ مستوی، و بکلِّ اسماءِ حسنیٰ و صفاتِ علیا بر اہلِ ارض و سماء تجلّی فرمود۔"
(دروس الدیانۃ ص۵)

گویا بہاء اللہ کو عرشِ الوہیت و ربوبیت پر ماننا تمام بہائیوں کے لئے لازمی ہے۔

خود عبدالبہاء پہلے نبیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جمیع ایامے کہ آمدہ و رفتہ است ایامِ موسیٰ بودہ، ایامِ مسیح بودہ، ایامِ ابراہیم بودہ و ہمچنیں ایامِ سائر انبیاء بودہ، واما ایں یوم یوم اللہ است۔" (مفاوضات فارسی ص۲۱۴)

گویا انبیاءِ سابقین کے عہد اور دَور تو ان کے دَور تھے، مگر بہاء اللہ کا

زمانہ، یہ ایام اللہ کہلائے گا۔

پس بہائیت کا ہر عمل اور ہر قول بہاء اللہ کو مدعی الوہیت قرار دیتا ہے۔

بہائیوں کا تو باہمی سلام بھی بہاء اللہ کی الوہیت کا اعلان ہے باب نے سلام کے لئے چار لفظ مقرر کئے تھے۔ عبدالبہاء کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے مقصود ـــ جمال قدم ـــ بہاء اللہ ہے۔ مرزا حیدر علی اصفہانی نے بھی بہجۃ الصدور ص۲۲۶ میں یہی بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"تحیات در کتاب مستطاب بیان اللہ اکبر، واللہ ابہیٰ، واللہ اعظم، واللہ اجمل، بود۔ ودر ایام اشراق مالک ایام وانام۔ حصر بہ "اللہ ابہیٰ" شد، محبتاً لہذا الاسم المبارک المہیمن علی العالمین وازحق منیع ہم تصدیق وامضائے فعلی ظاہر شد"

کہ علی محمد باب کی کتاب البیان میں سلام کے چار کلمے مقرر تھے۔ جو اللہ اکبر، اللہ ابہیٰ، اللہ اعظم اور اللہ اجمل تھے لیکن بعد میں جب تمام مخلوق اور زمانہ کے مالک (بہاء اللہ) نے اپنی روشنی اس عالم پر ڈالی تو سلام وجواب کے ان چاروں کلموں مجوّزہ علی محمد باب میں سے صرف اللہ ابہیٰ پر حصر ہوگیا اور سلام میں اللہ ابہیٰ پر حصر کرنے کی فعلی تصدیق خود بہاء اللہ نے بھی کردی تھی"

مکاتیب عبدالبہاء جلد ۲ ص۲۲۵ پر لکھا ہے:۔

"ایں چار تحیت از حضرت اعلیٰ، روحی لہ الفدا، است۔ و مقصد از ہر چہار جمال قدم روحی لاحبائہ الفدا است نہ دون حضرتش۔ . . . . . . ولے الیوم بانگ ملاء اعلیٰ اللہ ابہیٰ است ودروح ایں عبد از ایں ندا اہتزاز"

یعنی حضرت اعلیٰ (علی محمد باب) نے جو یہ چار کلمے سلام کی غرض سے مقرر کئے ہیں ان چاروں کلموں سے مقصود صرف جمال قدم کی ذات ہے نہ کوئی اور۔ وہی اللہ اکبر ہے، وہی اللہ اعظم ہے، وہی اللہ ابہیٰ ہے، وہی اللہ اجمل ہے۔ اور اس وقت میں (جو بہاء اللہ کا وقت ہے) چونکہ ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی خاص جماعت کی جو آواز ہے وہ "اللہ ابہیٰ" ہے اور میری روح بھی اس سے خوش ہے اسلئے سلام میں میں اسی کلمہ "اللہ ابہیٰ" کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں"

امریکہ میں بہائی ہونے والے لوگوں سے جو فارم بیعت پُر کرایا جاتا ہے۔ اس کا متن یہ ہے:۔

"To The Greatest Branch,

In God's name, the Greatest Branch, I humbly confess the Oneness and singleness of the Almighty God, my creator, and I believe in his appearance in the human form; I believe in His establishing His holy household, in his departure, and that He has delivered His kingdom to thee, O greatest Branch His dearest son and mystery I beg that I may be accepted in this glorious Kingdom and that my name may be registered in the, 'Pook of Believers;—I also beg the blessings of worlds to come and of the present one for myself and for those who are near and dear to me (the individual may ask for anything he like) for the spiritual gifts which Thou seest I may be best fitted, for any gift or power for which thou seest me to be best fitted.—Most humbly thy servent,

یہ فارم پروفیسر براؤن کی کتاب "Material for study of the Babi religion" صفحہ ۱۱۱ پر درج ہے۔ اسی فارم کا مکمل اُردو ترجمہ یہ ہے:۔

"اے غصنِ اعظم (عبد البہاء) میں عاجزی سے حلفیہ اقرار کرتا ہوں۔ خدا کے قادرِ خالق کے ایک اور یگانہ ہونے کا جو میرا پیدا کرنے والا ہے میں ایمان لاتا ہوں کہ وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس نے اپنا ایک کنبہ قائم کیا۔ اور پھر یقین رکھتا ہوں اس دنیا سے رخصت ہو جانے پر۔ اور ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ اس نے اپنی بادشاہت تجھ کو دیدی ہے۔ اے غصنِ اعظم! جو اس کا سب سے پیارا بیٹا اور راز ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس روحانی بادشاہت میں قبول کیا جائے اور میرا نام بھی ایمانداروں کے رجسٹر میں درج کیا جائے۔ اگلے جہان اور اس دنیا کی برکات کے لئے درخواست کرتا ہوں، اپنے لئے اور اپنے قریبی عزیزوں کے لئے۔ آپ مجھے ان روحانی تحفوں اور دیگر طاقتوں سے نوازیں جن کے لئے مجھے اہل سمجھیں۔

آپ کا عاجز غلام ......"

فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر بہاء اللہ کے مدعی الوہیت ہونے کا کیا ثبوت ہوگا؟

پھر خود بہائی مبلّغ کہتے ہیں کہ ہم بہاء اللہ کی الوہیّت پر ایمان لاتے ہیں۔ مرزا حیدر علی بہائی مبلّغ لکھتے ہیں:-

"بالوہیّت حق لایزال بے مثال جمال قدم نزمن و مطمئن گشتیم"
(بہجۃ الصدور ص۳۶۹)

کہ ہم جمال قدم یعنی بہاء اللہ کی الوہیّت پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں"

عبد البہاء ہر جگہ بہاء اللہ سے دعائیں مانگنے کی تلقین کرتے تھے۔ چنانچہ بدائع الآثار جلد ۱ ص۳۶۹-۳۷۰ میں لکھا ہے کہ ایک زنانہ انجمن (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے عبد البہاء نے فرمایا:-

"این انجمن دختران من است و خانہ دختر من مسس کرویک۔ لہٰذا ازیں اجتماع بسیار مسرور و رغوب مجلسے است۔ مجلسے نورانی است۔ محفل روحانی است و انجمن آسمانی نظرِ عنایت شاملِ این محفل است۔ ملأ اعلیٰ ناظر این مجلس مناجاتے کہ خواندید شنیدند و از استماعِ مناجاتِ شما مسرور اند شکر حضرت بہاء اللہ نمایند و گویند اے بہاء اللہ شکر ترا کہ این کنیزان منجذب تو اند و توجہ بملکوتِ تو مقصد جز رضائے تو ندارند و متائے جز خدمتِ امرِ تو نجویند۔ اے بہاء اللہ این کنیزان عزیز را تائید فرما و این دختران ناسوتی را ملکوتی نما۔ این قلوب را ملہم کن و این ارواح را مستبشر فرما۔

اے بہاء اللہ تن ہا را تو شمعِ روشن نما و این جان ہا را رشکِ گلزار۔ نفوس را با آہنگی مشغول کن و ملأ اعلیٰ را بہ وجد و طرب آر۔ ہر یک را ستارۂ درخشندہ نما تا عالمِ وجود بہ نورِ شان منوّر شود۔ اے بہاء اللہ قوّتِ آسمانی دہ و الہامِ ملکوتی فرما۔ تائیدِ ربّانی نما تا تمام بخدمتِ تو پرواز نند۔ توئی رؤف و مہربان و صاحبِ فضل و احسان"

یعنی عبد البہاء کہتے ہیں۔ کہ یہ میری لڑکیوں کی انجمن ہے میں کرویک کے گھر میں۔ اسلئے میں اس اجتماع سے بہت خوش ہوں یہ خوب مجلس ہے۔ نورانی ہے۔ روحانی ہے۔ انجمن آسمانی ہے۔ مہربانی کی نظر اس مجلس کے ساتھ ہے ملأ اعلیٰ (فرشتوں کی خاص جماعت) اس مجلس کو دیکھتی ہے اور جو مناجات (دعائے خاص) اس انجمن نے پڑھی ہے اس کو اس نے سنا ہے اس مناجات کے سننے سے وہ خوش ہے اور بہاء اللہ کا شکر کرتی اور کہتی ہے کہ اے بہاء اللہ تیرا شکر ہے کہ یہ لونڈیاں تیری طرف کھینچی گئی ہیں اور تیری بادشاہت کی طرف متوجہ ہیں تیری رضا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ تیری خدمت کے سوا اپنے لئے کوئی تمنا نہیں چاہتیں۔ اے بہاء اللہ ان پیاری لونڈیوں کی مدد فرما۔ ان کو زمینی سے آسمانی بنا۔ ان کے دلوں میں الہام کر۔ ان کی روحوں کو بشارت دے۔ اے بہاء اللہ ان کو شمع روشن کر۔ انکو رشکِ گلزار

بنا، سب کو ایک راہ پر لگا دے۔ ہم کو بھی وحدت اور خوشی میں لا۔ ہر ایک
کو چمکنے والا ستارہ بنا دے تاکہ ان کے نور سے یہ سارا عالم منور
ہو۔ اے بہاء اللہ آسمان سے قوت دے اور آسمانی الہام فرما!
خدائی تائید دکھا تاکہ سب کے سب تیری خدمت میں مشغول ہو جائیں
تو نرمی دکھانے والا اور مہربان اور فضل والا اور احسان والا ہے۔"

ان تمام بیانات سے اظہر من الشمس ہے کہ بہاء اللہ نے الوہیت کا دعویٰ کیا ہے اور بہائیوں نے ان کو بطور الٰہ و معبود تسلیم کیا ہے۔ یہاں پر کسی مجازی اور استعارۃً اطلاق کا سوال ہی نہیں ہے۔ یہ تو صاف اور واضح طور پر الٰہ اور معبود ماننے کی صورت ہے۔ علامہ شیخ رشید رضا ایڈیٹر رسالہ المنار مصر نے بھی آخر تمام حوالجات کا ملاحظہ کرنے کے بعد اقرار کیا ہے کہ:۔

"البهائية هم آخر طوائف الباطنية يعبدون
البهاء عبادةً حقيقيةً ويدينون بالوهيته و
ربوبيته، ولهم شريعة خاصة بهم"
(المنار جلد ۲۹ نمبر ۱۰۔ ۲ شوال ۱۳۴۸ھ)

جس طرح عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں، آپ سے دعائیں مانگتے ہیں بعینہٖ اسی طرح بہائی بہاء اللہ کو رب مانتے ہیں۔ اس سے دعائیں مانگتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں، اس کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور اس کو حاضر ناظر یقین کرتے ہیں۔ اگر یہ الوہیت کا دعویٰ نہیں اور اگر یہ معبود ماننے کی صورت نہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ بہائیوں اور

عیسائیوں کے عقیدہ اور عمل میں کیا فرق ہے؟ نیز بتایا جائے کہ اگر یہ دعویٰ الوہیت نہیں ہے تو اگر کوئی انسان ہو کر رب ہونے کا دعویٰ کرنا چاہے تو وہ کس طرح کرے گا؟

بعض دفعہ بہائی لوگ بہاء اللہ کی ایسی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں اس نے اپنے انسان ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ آج تک کسی نے بھی اپنے انسان ہونے کا انکار کر کے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ فرعون مصر نے بھی ایسا نہ کیا تھا اور حضرت مسیح کے متعلق بھی عیسائی ایسا نہیں کرتے بلکہ وہ ان کو کامل انسان اور کامل خدا مانتے ہیں بعینہٖ اسی طرح بہائی لوگ بھی بہاء اللہ کو ایک طرف کامل انسان کہتے ہیں اور دوسری طرف اسے کامل خدا مان کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پس بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت ثابت ہے اور قرآن مجید کے رو سے کسی شخص کا مدعی الوہیت ہونا ہی اس کے جھوٹا اور کذاب ہونے کی روشن ترین دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ
النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ
الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ
تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ
بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: ۸۰-۷۹)

ترجمہ: کسی ایسے انسان کے لئے یہ بھی روا نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب، حکمت اور نبوت دی ہو کہ وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ تمہیں چاہیئے کہ کتاب الٰہی کے علم اور درس کے ذریعہ سے تم ربانی بن جاؤ۔ کوئی یہ بھی حکم نہیں دے سکتا کہ فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو۔ کیا نبی تمہارے مسلمان ہوجانے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے؟ یعنی ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو خدا تعالیٰ کی توحید قائم کرنے کے لئے آتے ہیں۔

حضرات! آپ قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں بہائیوں کے مندرجہ بالا حوالجات پر ایک نظر ڈالیں گے تو آپ پر کھل جائے گا کہ بہاء اللہ کا دعوئے الوہیت صریح کفر ہے پس میں کہتا ہوں أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - اے مسلمانو! کیا تم مسلمان ہونے کے بعد اس کفر کو اختیار کرسکتے ہو کہ ایک انسان کو خدا مان لو۔ حاشا وکلا اللہ تعالےٰ واحدہ لاشریک ہے اور اسلام کی بنیاد توحید پر ہے انسان پرستی یا قبر پرستی پر نہیں ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؛

چوتھا مقالہ

قرآنی شریعت دائمی ہے

قرآنی شریعت کو مختص الزمان قرار دینا غلط ہے!

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۝ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۝ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّأَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ (سورۃ ابراہیم آیت ۲۴ تا ۲۹)

ہست فرقاں طیب و طاہر شجر
از نشانہائے دہد ہر دم ثمر
صد نشان راستی در وے پدید
نے چو دین تو بنایش بر شنید

(دُرِّ ثمین فارسی)

معزز حاضرین کرام! السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آج کے مقالہ کا عنوان یہ ہے کہ "قرآنی شریعت دائمی ہے" "قرآنی شریعت کو مختص الزمان قرار دینا غلط ہے" ہمارے سلسلہ مضامین میں یہ چوتھا لیکچر ہیں۔ تین مقالے اس سے پہلے آپ کے سامنے پڑھے جا چکے ہیں اور ایک پانچواں مقالہ حسب اعلان کل پڑھا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرات! یہ مضمون بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ قرآن مجید کامل شریعت ہے، محفوظ شریعت ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت ہے۔ جب تک یہ زمین اور یہ آسمان قائم ہیں تب تک یہ شریعت قائم و دائم ہے۔ رہتی دنیا تک قرآنی شریعت کا سکّہ جاری رہے گا۔ اور آدم زاد اپنی روحانی نجات کے لئے اسی سرچشمہ سے آبحیات پینے کے محتاج رہیں گے۔ اپنی سیاسی، اخلاقی اور تمدّنی مشکلات کا حل اور اپنی تمام بیماریوں کے علاج کے لئے انہیں قرآنی شریعت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک قرآن پاک ایک زندہ کتاب ہے اور جب تک انسان باقی ہیں اس شریعت کا نفاذ اور اس کا نفاذ مقدّر ہے۔ ہمارے

اس واضح عقیدہ کے برعکس بہائی صاحبان کا خیال ہے کہ قرآنی شریعت بے شک خدا کا کلام تھی مگر اب یہ شریعت (معاذ اللہ) ناکارہ اور بے اثر ہو چکی ہے، اب یہ شریعت منسوخ ہو چکی ہے، اب اس کی پیروی سے روحانی فیوض اور آسمانی برکات حاصل نہیں ہو سکتے۔ ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کا مذکورہ بالا عقیدہ اور بہائیوں کا مؤخر الذکر خیال بالکل متضاد اور ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ قرآن مجید کے منسوخ قرار پانے سے تحریک احمدیت صحیح نہیں ٹھہر سکتی۔ اور اگر قرآن مجید منسوخ نہیں ہوا اور ہمیں یقین ہے کہ ہرگز منسوخ نہیں ہوا۔ تو اس صورت میں بہائی تحریک کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ مالھا من قرار۔ کیونکہ بہائیت کی اساس اس خیال پر ہے کہ قرآن مجید منسوخ ہو چکا ہے۔ اور اب نئی شریعت آچکی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے جماعت احمدیہ کو تلقین فرمائی ہے:-

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے۔ وہ آسمان پر عزّت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر

محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت
اس جاہ جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع
کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد
رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی
نجات وہ ہے کہ اسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔
نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے
اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور
نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے
نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے
زندہ ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

پس احمدیت کے عقائد کی چٹان، قرآن مجید کا دائمی شریعت ہونا ہے
اور بہائیت کی بنیاد یہ ہے کہ نعوذ باللہ قرآن مجید ایک محدود زمانہ،
ہزار بارہ سو سال کے لئے، تھا اور اب قرآن مجید منسوخ ہو چکا
ہے۔

معزز حاضرین! ہمارے اس بیان سے آپ آج کے مضمون کی
اہمیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ممکن کہ مسلمانوں کے کسی دوسرے
فرقے کے علماء اپنی کم نظری کے باعث قرآن مجید کی کچھ آیات کو منسوخ
ٹھہراتے ہوں اگرچہ آجکل احمدیہ تحریک کے زیر اثر قریباً سبھی سمجھدار

مسلمان یہی عقیدہ اختیار کر رہے ہیں کہ فرقان مجید میں کوئی منسوخ آیت نہیں
ہے تاہم جماعت احمدیہ تو بہرحال یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ:۔
"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح
قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور
اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)
اندریں صورت یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ بہائیت اور احمدیت دو متضاد
تحریکیں ہیں۔ ان میں آگ اور پانی یا زہر اور تریاق کی نسبت
ہے۔

اب ہم بفضلہٖ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید دائمی
شریعت ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید دُنیا میں پہلی کتاب یا
پہلی شریعت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ
صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں پہلے رسول ظاہر ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پہلے قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذر چکے ہیں اور
قرآن سے پہلے متعدد کتابیں اور صحیفے اُتر چکے ہیں۔ نسلِ انسانی
اپنے آغاز سے ہی الٰہی ہدایت اور آسمانی شریعت کی محتاج رہی ہے
نسلِ انسانی نے بھی ارتقائی منازل طے کی ہیں اور الٰہی شریعت بھی مختلف
ادوار اور طبقات میں سے گذر کر اپنے کمال کو پہنچی ہے۔ جس طرح انبیاءِ
سلف حضرت خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان اور آپؐ
کے بلند ترین مرتبہ کے پیشِ نظر اپنی اپنی اُمتوں کو آپؐ کی آمد کی بشارت

دیتے آئے ہیں۔ اسی طرح تمام صحیفے اور تمام کتابیں اس بشارت عظمیٰ پر مشتمل ہوتی رہی ہیں کہ ایک کامل کتاب، ایک کامل شریعتِ غرّا اور تمام آسمانی احکام و اسرار پر مشتمل آئینِ خداوندی آنے والا ہے۔ یہ پیشگوئیاں اگر ان پر ذرا بھی تدبر کیا جائے صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ قرآن مجید کو تمام الٰہی نوشتوں میں کامل اور دائمی شریعت قرار دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :-

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (اعراف : ۱۵۷)

کہ میری رحمت ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اس عظیم الشان اُمّی پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں جس کی پیشگوئی وہ تورات و انجیل میں پڑھتے ہیں۔ یہ پیغمبر انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، ناپسندیدہ امور سے منع کرتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال

قرار دیتا ہے اور گندی اشیاء کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے ناروا بوجھوں اور پابندیوں کو دور کرتا ہے۔ پس جو اس پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں، اس کی تائید و نصرت کرتے ہیں اور اس نور (قرآن مجید) کی پیروی کرتے ہیں جو اس پر نازل ہوا ہے وہ ضرور کامیاب ہونے والے ہیں "

اس قرآنی دعوٰی کی تصدیق و تحقیق کے لئے جب ہم تورات و انجیل پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں ان آسمانی صحیفوں میں بہت سی صاف اور واضح پیشگوئیاں ملتی ہیں جن میں قرآن مجید کی خبر دی گئی ہے۔ بلکہ انبیاء سابقین نے اس پاک کتاب کے کامل آئین ہونے کا بھی اعلان فرما دیا ہے ان پیشگوئیوں میں سے صرف دس پیشگوئیاں ذکر کی جاتی ہیں :-

(۱) اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا :-

"میں ان (بنی اسرائیل) کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا " (استثناء ۱۸/۱۸)

اس پیشگوئی میں ایک مثیل موسیٰ نبی کی پیشگوئی کی گئی جسے کلام خداوندی یعنی شریعت دیکر بھیجا جائے گا اور وہ ساری شریعت لوگوں تک پہنچائے گا۔

اسی پیشگوئی کو ایک دوسرے انداز میں بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے :-

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہُوا۔ فاران
ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہُوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے
ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت
(شریعت نور) ان کے لئے تھی۔" (استثناء $\frac{۳۳}{۲}$)

ان الفاظ میں صاف طور پر موعود کے مقام اور اس کی حالت اور اس کی شریعت کا ذکر موجود ہے۔ سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبر ہیں۔ جو فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوئے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے۔ اور پھر آپؐ کے پاس ایک روشن شریعت تھی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض دفعہ پادری صاحبان کہہ دیا کرتے ہیں کہ مثیلِ موسیٰ کی اِس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیحؑ ہیں۔ مگر ان کا یہ زعم خود بائیبل سے سراسر باطل ثابت ہوتا ہے چنانچہ جناب پولوس لکھتے ہیں:۔

"وہ (خدا) اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے
یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت
تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا
ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع
سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے
بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔" (اعمال $\frac{۳}{۲۲-۲۰}$)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کے مسلّمہ الہامی کلام کے رُو سے حضرت مسیحؑ مثیلِ موسیٰؑ والی پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں۔ بلکہ مسیحؑ کی آمدِ اوّل اور آمدِ ثانی کے درمیانی زمانے میں آنے والا نبی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اور اُسی کی پیش کردہ شریعت (قرآن مجید) وہ نورانی شریعت ہے جس کا تورات میں ذکر ہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں قرآنی شریعت کو نور کہا گیا ہے۔

(۲) یسعیاہ نبی نے خدا کا کلام سنایا کہ۔

"عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو!
پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو!
روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے
سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے
بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں
مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی
اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر گھٹ جائیں گے۔"

(یسعیاہ $\frac{۲۱}{۱۷-۱۳}$)

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا صاف ذکر ہے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی جنگ بدر کے متعلق واضح اشارہ ہے جس میں قیدار یعنی بنو قیدار (قریش (قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے ایک بیٹے کا نام ہے، عرب حضرت اسمٰعیلؑ ہی کی نسل ہیں) کی حشمت خاک میں مل گئی۔

(۳) یسعیاہ نبی کی معرفت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

"تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو۔ دیکھو میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ ظاہر ہوگی۔ کیا تم اس پر ملاحظہ نہ کرو گے۔ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا۔ دشت کے بہائم، گیدڑ اور شتر مرغ میری تعظیم کریں گے کیونکہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ میرے لوگوں کے، میرے برگزیدوں کے پینے کے لئے ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا۔ وہ میری ستائش کریں گے۔"

(یسعیاہ ۴۳: ۱۸-۲۱)

(۴) پھر فرمایا:۔

"خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک اور ان کے باشندو! تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا۔ وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔" (یسعیاہ ۴۲: ۱۰-۱۳)

(۵) اسی ضمن میں خبر دی کہ:۔

"وہ کس کو دانش سکھائے گا؟ کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا؟ ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا۔ جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے کیونکہ حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون ہوتا جاتا ہے۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کرے گا۔"

(یسعیاہ ۲۸: ۹-۱۱)

ان تینوں عبارتوں پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی کھل جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ایک نئی شریعت، ایک نیا گیت اور نئے قانونوں والی کتاب کی خبر دی ہے۔ یہ نئی شریعت عالمگیر ہے۔ تمام دنیا کے لئے ہوگی۔ سلع (مدینہ کی پہاڑی) کے باشندے پہلے یہ گیت گائیں گے۔ اذانیں دیں گے، کھلے بندوں تبلیغ کریں گے، جنگوں تک نوبت آئے گی، آخر مامور اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ قرآن مجید کا نزول تدریجاً ہوگا۔ غیر عبرانی زبان میں ہوگا۔ اور اس کا نزول — "تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں" — مکی اور مدنی ہوگا۔ قرآن مجید کے آنے سے صحرا میں آب حیات کی ندیاں بہہ پڑیں گی اور ساری دنیا میں خدا کی ستائش قائم ہو جائے گی۔

(۶) حضرت مسیح فرماتے ہیں:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا

تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اسلئے کہ وہ اپنی طرف
سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں
دیگا۔" (یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳)

اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا۔ الیوم اکملتُ لکم
دینکم (المائدہ) کہ آج اس قرآن مجید کے ذریعہ میں نے تمہارے سامنے تمام
سچائی کی راہ پیش کر دی ہے۔

(۷) حضرت مسیحؑ نے انگوری باغ کی مشہور تمثیل کا ذکر کرتے ہوئے پیشگوئی
کی ہے کہ:-

"جب باغ کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا
کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بُرے آدمیوں کو بُری طرح
ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دیگا جو موسم پر
اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا۔ کیا تم نے کتاب مقدس میں
کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے
سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر
میں عجیب ہے اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم
سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی
جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے
مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔" (متی ۲۱/۴۰-۴۴)

اس پیشگوئی میں بنی اسرائیل سے آسمانی حکومت چھین کر بنی اسمٰعیل کو دیئے جانے کا

ذکر ہے اس میں آنے والے نبی اور اس کی لائی ہوئی شریعت کو کونے کا پتھر
قرار دیا ہے۔

(۸) مکاشفہ یوحنا میں آئندہ ہونے والے واقعات کے سلسلہ میں خبر
دی گئی ہے کہ:-

"جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اس کے دہنے ہاتھ میں ایک
کتاب دیکھی جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اُسے
سات مُہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔ پھر میں نے ایک زورآور
فرشتے کو بلند آواز سے یہ منادی کرتے دیکھا کہ کون اس کتاب
کے کھولنے اور اس کی مُہریں توڑنے کے لائق ہے۔"
(مکاشفہ یوحنا ۵/۱-۲)

یہ پیشگوئی بھی نہایت واضح ہے۔ اس پر نظر کرنے سے عیاں ہے کہ اس
کا مصداق صرف قرآن کریم ہے۔ اور سات مُہریں سورۃ فاتحہ کی سات آیات
ہیں جو اُمّ الکتاب کی حیثیت رکھتی ہے جس میں قرآن مجید کے سارے
مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں۔ پھر قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں
فرشتوں نے منادی کی ہے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن
علیٰ ان یأتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہ
ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً ۝ (بنی اسرائیل : ۸۸)
کہ یہ وہ بے نظیر و بے مثال کتاب ہے جس کی مانند کوئی شخص نہیں بنا سکتا۔

(۹) یوحنا لاہوتی اسی مکاشفہ میں فرماتے ہیں:-

"پھر میں نے ایک اور زور آور فرشتہ کو بادل اوڑھے
آسمان سے اُترتے دیکھا اس کے سر پر دھنک تھی اور اس کا
چہرہ آفتاب کی مانند تھا اور اس کے پاؤں آگ کے ستونوں کی مانند
اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کھلی ہوئی کتاب تھی
اس نے اپنا دہنا پاؤں سمندر پر رکھا اور بایاں خشکی پر۔"
(مکاشفہ یوحنا $\frac{10}{1-2}$)

دیکھئے! کتنی واضح پیشگوئی ہے "چھوٹی سی کھلی ہوئی کتاب" یہ سورۃ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کا نام ہی فاتحہ ہے۔ جو کھلی ہوئی کتاب کے مفہوم پر صاف دلالت کر رہا ہے۔ اس کا نزول بھی لفظی اور معنوی طور پر دو بار ہوا ہے۔ پھر یہ قرآنی پیغام بر و بحر کے لئے ہے۔ سفید و سرخ سب نسلیں اس کی مخاطب ہیں۔ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کے لئے عام کتاب ہے۔

(۱۰) قرآن مجید یعنی کلام خدا اور ہمارے نبی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مکاشفہ یوحنا کی واضح پیشگوئی الفاظ ذیل میں ہے:۔

"پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ
ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق
کہلاتا ہے۔ اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا
اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر

بہت سے تاج ہیں۔ اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے
اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک
پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان
کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی
کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کو مارنے
کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔ اور وہ
لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا اور قادر مطلق خدا
کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا اور اسکی
پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ
اور خداوندوں کا خداوند۔" (مکاشفہ یوحنا $\frac{19}{16-11}$)

یہ پیشگوئی بھی صرف سیّد الانبیاء حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید ایسی بیّنات پر مشتمل کتاب عطا فرمائی جو باطل کے لئے تیز تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

ان دس پیشگوئیوں سے ثابت ہے کہ تورات وانجیل میں قرآن مجید کی پیشگوئی موجود ہے اور اسے کامل شریعت اور مکمل آئین قرار دیا گیا ہے۔ یہ نوشتہ الٰہی پورا ہوا اور قرآن مجید اپنی پوری شان میں ظاہر ہوا۔ وتمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ۔

پس ہمارا اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک واضح برہان یہ ہے۔ کہ

کتب سابقہ میں اللہ تعالیٰ نے آنے والے مثیل موسیٰ کو جس شریعت کے دیئے
جانے کی خبر دی ہے اُسے مکمل، دائمی اور لازوال قرار دیا ہے۔
قرآن مجید نے آیت إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا
عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا میں صاف طور
پر بتایا ہے کہ ہم نے تمہاری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور
مثیل موسیٰ بھیجا ہے۔ پھر فرماتا ہے:۔

قَالَ عَذَابِيْٓ أُصِيْبُ بِهٖ مَنْ أَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ
بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ
النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ
لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ
يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ
عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ أُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۵۷-۱۵۸)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں اپنے عذاب کا مورد جسے

چاہوں گا بناؤں گا اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے پس
یہ رحمت ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دوں گا جو تقویٰ شعار ہیں
زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ اس
عظیم الشان نبی اور امّی رسول اعظم کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر
انہیں تورات و انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ ان کو معروف
کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے اور ان کے لئے سب
طیبات کو حلال ٹھہراتا ہے اور تمام خبیث چیزوں کو حرام قرار
دیتا ہے۔ ان کے بوجھوں کو دور کرتا ہے اور ان کے دیرینہ
بندھنوں کو کاٹتا ہے یعنی ان کے سامنے کامل شریعت پیش
کرتا ہے۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی مدد
و نصرت کرتے ہیں اور اس نور (شریعت) پر ایمان لاتے ہیں۔
جو اس کے ساتھ اترا ہے وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

حضرات! قرآن مجید کے اعلان سے ظاہر ہے کہ وہ ان تمام پیشگوئیوں
کا مصداق ہونے کا دعویدار ہے جو آنے والی کامل اور دائمی شریعت کے
متعلق تورات و انجیل میں موجود تھیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
مثیل موسیٰ ٹھہرا کر آپ کی شریعتِ غرّا اور دائمی قانون ہونے کا بھی
اعلان کرتا ہے۔ مبارک وہ ہے جو ہر قسم کے بغض و کینہ سے صاف دل
ہو کر خداوند تعالیٰ کے کلام پر غور کریں۔

معزز حاضرین! چونکہ بہائی صاحبان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید

کو کلام اللہ مانتے ہیں اور اسے برحق جانتے ہیں اسلئے وہ آیاتِ قرآنیہ کو اپنے اوپر حجت گردانتے ہیں اسلئے ہم اس جگہ قرآن مجید کی آیات سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے کامل اور دائمی شریعت ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ آیاتِ ذیل پر تدبر کرنے سے یہ دعویٰ پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۸-۸۹)

کہ اے پیغمبر! تو اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان چھوٹے اور بڑے اتفاق کر کے بھی اس قرآن مجید کی مثل لانا چاہیں تو ایک دوسرے کے مددگار ہونے کے باوجود وہ قرآن مجید کی مثل نہیں لا سکتے۔ یقیناً ہم نے اس قرآن میں تمام عمدہ تعلیمات اور قطعی دلائل بیان کر دیئے ہیں مگر اکثر لوگ از راہِ ناشکری انکار کر رہے ہیں۔

اس آیت میں قرآن پاک کو بے مثل قرار دیا گیا۔ اسے تمام عمدہ تعلیمات پر مشتمل ٹھہرایا گیا اور اس کے بے نظیر دلائل و بیانات کی وجہ سے اسے بے مثل قرار دیا گیا ہے لفظ مَثَلٌ کے معنے لغت کے رُو سے عمدہ تعلیم،

اچھی صفت اور زبردست دلیل کے ہوتے ہیں۔ چونکہ جملہ ولقد صرّفنا للنّاسِ فی ھذا القرآن مِن کلّ مثل قرآن مجید کی بے نظیری کے اثبات میں چیلنج کے بعد ذکر ہوا ہے اسلئے اِس جگہ من کلّ مثل کے یہی معنے ہیں کہ چونکہ قرآن مجید ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم پر مشتمل ہے اس لئے سب لوگ مل کر بھی قرآن کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔

آج تک دنیا کے فرزند قرآن مجید کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔ جو اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اپنی تعلیمات و ہدایات میں کامل ہے، چونکہ یہ چیلنج ساری نسلِ انسانی کو ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے کسی مخصوص زمانے کے لئے نہیں ہے اس لئے اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید بطور ایک کامل اور بے نظیر شریعت کے دائمی ہے۔

(۲) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (ہود: ۱۳-۱۴)

کیا یہ کافر اس قرآن کریم کو آنحضرتؐ کا افترا قرار دیتے ہیں؟ تو ان سے کہدے کہ تم قرآن کی مانند خود ساختہ سورتیں

بنا کر دکھاؤ خواہ اس کے لئے اپنے سارے معبودانِ باطلہ سے
بھی دُعائیں کرلو اور اُن سے مدد حاصل کرلو اگر تم سچے ہو فرمایا کہ
اگر یہ منکرین اس چیلنج کو منظور نہ کرسکیں تو یقین جانو کہ قرآن کریم
کا نزول علم الٰہی کے مطابق ہے اور وہ خدا واحد لاشریک ہے،
تم کو مسلمان ہونا چاہیئے۔"

اس آیت میں بھی قرآن کریم کی بے نظیری کے چیلنج کو دُہرا کر قرآن کریم کو
علم الٰہی پر مشتمل قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق یہ کامل شریعت
ہے۔ پھر کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لئے بے نظیر و بے مثل کتاب ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ
نے آخر آیت میں فھل انتم مسلمون فرمایا یعنی اب سب کا فرض ہے
کہ اسلام کو قبول کر کے مسلمان بن جائیں۔ پس قرآن مجید کا بے مثل اور کامل
کتاب ہونا جو تمام ضروریاتِ انسانی پر علم الٰہی کے مطابق مشتمل ہے ظاہر
وباہر ہے۔

(۳) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا
تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا

عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

(الجاثیہ: ۱۷--۲۰)

ترجمہ:- یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت دی
اور انہیں طیبات بخشے اور انہیں لوگوں پر فضیلت دی ہم نے انکو
بیّنات شریعت دیئے۔ مگر علم آنے کے باوجود باہمی حسد کے باعث
انہوں نے اختلاف کیا۔ تیرا رب ان کے تمام اختلافات کا قیامت
کے دن فیصلہ کرے گا۔ بعد ازاں ہم نے تجھ کو اپنے عظیم الشان
شریعت پر قائم کیا ہے۔ پس تو اس قرآنی شریعت کی پیروی کرتا رہ
اور بے علم لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کر۔ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ
میں تجھے کچھ فائدہ نہ دے سکیں گے۔ یہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے
دوست ہیں اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست و مددگار ہے۔ یہ
تعلیمات سب لوگوں کے لئے سامانِ بصیرت ہیں اور اہل یقین
کے لئے ہدایت و رحمت ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ اسرائیلیہ کے بعد قرآنی شریعت کے
قائم کرنے کا ذکر فرمایا ہے، پھر تاکید فرمائی ہے کہ مومن کا فرض ہے۔ کہ ہمیشہ
اس کامل شریعت پر عمل کرتا رہے۔ "شریعۃ من الامر" میں تنکیر تفخیم
شان کے لئے ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ کچھ ظالم لوگ دوسروں کو قرآنی شریعت سے

برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ارشادِ خداوندی کے مطابق مومنوں کا فرض ہے کہ ان جاہل اور بے علم لوگوں کے ہواءِ نفس کی پیروی نہ کریں۔ اور بدستور قرآنِ مجید سے بصیرت، رحمت اور ہدایت حاصل کرتے رہیں۔

(۴) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝ وَقَالَ الرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ۝ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ (الفرقان: ۲۸-۳۴)

ترجمہ:۔ اس دن (روزِ قیامت) کو یاد کرو جب ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے چلائے گا۔ کہ کاش میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدھا راہ مستقیم پر گامزن رہتا۔ افسوس کاش کہ میں فلاں (شخص یا دشمنِ دین) کو اپنا دوست نہ بناتا۔ اس نے تو مجھے الذکر (قرآنِ کریم) سے

برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ مجھ تک پہنچ چکا تھا۔ شیطان انسان کو بھنور میں چھوڑ دینے والا ہے۔ اس وقت پیغمبر علیہ السلام عرض کرینگے کہ اے خدا! میری اس قوم نے اس قرآن کو مہجور و متروک کر دیا تھا۔ اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے دشمن کھڑے کئے ہیں اور تیرا رب ہادی اور نصیر ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس پیغمبر پر اکٹھا کیوں نازل نہیں ہوا۔ ہر روز اس میں سے نئے نئے معارف کیوں نکالے جاتے ہیں؟ فرمایا۔ یہ اس لئے ہوا ہے۔ تا ہم تیرے دل کو مضبوطی عطا کریں اور ہم نے اس کتاب کو بڑی ترتیب سے نازل کیا ہے چنانچہ جب کبھی بھی لوگ کوئی عمدہ تعلیم پیش کریں گے ہم اس سے بہتر قرآن مجید سے پیش کر دیں گے۔ جو حق اور قرآن کی تفسیر ہو گی۔"

اس آیت میں ان لوگوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے جو محمدی راستہ سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

پھر بتلایا ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ ایزدی میں شکایت کریں گے کہ کچھ لوگوں نے قرآن مجید کو متروک، مہجور یا منسوخ قرار دیا تھا۔ فرمایا کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاءِ سابقین کے ان دشمنوں کی ڈگر پر چل رہے ہیں جو ان لوگوں نے پہلے اختیار کی تھی۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی شریعت دائمی ہے اسے مہجور قرار دینے والے ظالم اور اعداءِ حق ہیں۔

(۵) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: ۴)

کہ آج یعنی قرآنی شریعت کے نزول کے ساتھ میں نے تم تمام انسانوں کے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر مکمل کر دیا ہے۔ اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو بطور دائمی دین انتخاب کر لیا ہے۔"

یہ آیت واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ پہلی کتابوں کے نزول کے وقت دین اپنی ساری جزئیات کے لحاظ سے مکمل نہ ہوتا تھا۔ خود تورات و انجیل کے بیانات اس پر شاہد ہیں۔ اب قرآنی شریعت کے نزول کے وقت دین کی تکمیل کی گئی اور اب ابدالآباد تک نسلِ انسانی کے لئے دینِ اسلام کو منتخب کیا گیا ہے۔

اسی کی تائید میں دوسری جگہ فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (آل عمران: ۸۵) کہ اب جو شخص بھی الاسلام کے علاوہ کسی مذہب کو بطور دین اختیار کرے گا۔ تو اس کا یہ عمل مقبول نہ ہوگا۔ اُسے آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہونا پڑے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران آیت ۱۹ میں اس کی وجہ یہ قرار دی ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کہ اب خدا کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں دوسرے ادیان کو اختیار کرنے والا مقبول بارگاہِ ایزدی نہیں ہو سکتا۔

ان آیات سے بھی ظاہر ہے کہ اب دینِ اسلام ہی ہمیشہ کا دین ہے۔ اور اس کی شریعت کو دوام حاصل ہے۔ پس شریعتِ قرآنی دائمی شریعت ہے۔

(۶) اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (الانعام: ۱۱۴-۱۱۵)

ترجمہ:- کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو حَکَم مان لوں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف یہ کتاب تمام تفصیلات پر مشتمل بنا کر نازل کی ہے جن کو ہم نے اس کتاب کا فہم عطا کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے اٹل قانون کے ساتھ اُتری ہے تو شک کرنے والوں میں سے مت بن۔ اس کتاب پر صدق و عدل کے لحاظ سے تیرے رب کی شریعت مکمل ہو گئی اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔ وہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو انسانی ضروریات کے لئے مفصّل کتاب قرار دیا ہے۔ اور اسے منزل بالحق کہکر اٹل ٹھہرایا ہے۔

پھر اسے ہر پہلو سے کامل قرار دیا ہے اور اس میں تبدیل و ترمیم کی تردید فرما دی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس آیت کے رُو سے بھی قرآن مجید ایک دائمی شریعت ثابت ہوتا ہے۔

(۷) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝ (ص: ۸۷-۸۸)

یہ قرآن مجید سارے جہانوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے نصیحت نامہ ہے اور تم اس کی اس عظیم الشان خبر کو عنقریب جان لوگے۔

مکّہ کی زندگی میں کفار یہ بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ قرآن مجید مکّہ والوں میں بھی مقبول ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن ساری دنیا اور ساری قوموں کے لئے اور رہتی دنیا تک ذکر ثابت ہوگا۔ فرمایا۔ تم بھی اس صداقت کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہوگے مگر جب ہر زمانہ میں تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا کے مطابق قرآن مجید کے پھل دیکھو گے تو تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ واقعی قرآن کریم ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے صدق اللہ العظیم۔

(۸) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر ع ۱)

ترجمہ: ہم نے ہی اس الذکر یعنی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں قرآن کریم کو الذکر یعنی انسانوں کے لئے موجب عزت و شرف اور نصیحت نامہ قرار دیکر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر قرآن مجید دائمی شریعت نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ نہ فرماتا۔ یہ جملہ اسمیہ دوام اور ثبات پر واضح طور پر دال ہے۔

عملاً بھی جب ہم دیکھتے ہیں تو واقعات زمانہ بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی غیر معمولی حفاظت فرمائی ہے۔ دنیا میں کوئی اور الہامی کتاب نہیں جسے اس طرح محفوظ رکھا گیا ہو۔ جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کی گئی ہے۔ قرآن پاک دوست و دشمن کی شہادت کے مطابق ہر قسم کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے اور یہ اتنی واضح بات ہے کہ سر ولیم میور کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا۔

"There is otherwist every security internal and external that we possoss that text which Mhhammad Himsalf gave forth and used."

(Life of Mohammad)

کہ ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی شہادت سے ثابت ہے کہ جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ بعینہٖ وہی قرآن کریم ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور جسے آپ استعمال فرماتے تھے۔

اب غور کرنے والے دل غور کریں کہ یہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی غیر معمولی حفاظت کی ہے۔ اس نے لاکھوں حفاظ کے سینوں میں اس کتاب کو محفوظ کر دیا۔ اور اس کے معانی کی حفاظت کے لئے اس نے امتِ محمدیہ میں مجددین کا مستقل سلسلہ جاری کر دیا۔ کیا خدا تعالیٰ کی یہ قولی اور فعلی شہادت اس بات کو کھلے طور پر ثابت نہیں کر رہی کہ فی الواقع قرآن کریم مکمل اور دائمی شریعت ہے اسی لئے فرمایا گیا۔ انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہ لحٰفظون اور اسی لئے اس کی غیر معمولی حفاظت کی گئی۔

(۹) مَاكَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ:- یہ قرآن مجید کوئی خود ساختہ کتاب نہیں بلکہ یہ پہلی تمام کتابوں کا مصدق ہے اور اس میں ہر قسم کی تفصیل موجود ہے اس میں اہلِ ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اس آیت میں قرآن مجید کو جامع، کامل اور انسانوں کی سب ضرورتوں کو پورا کرنے والی شریعت قرار دیا گیا ہے۔ جو اس کے دائمی شریعت ہونے پر واضح شہادت ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ اس آیت کی تفسیر میں بہائی مبلغ ابوالفضل صاحب کا اعتراف بھی درج کر دیں۔ تا اگر بہائی صاحبان ہماری بات نہ مانیں تو کم از کم اپنے مبلغ کی تفسیر کو ہی مانیں۔ ع

ز سعدی شنو گر ز من نشنوی!

جناب ابوالفضل صاحب لکھتے ہیں:-

"وقد نزّل فی وصف القرآن الشریف کما ذکرناہ سابقًا ان فیہ تبیان کلّ شیءٍ وقال علّ شانہ (ما فرّطنا فی الکتٰب من شیءٍ) وقال جلّ وعلا فی سورۃ یوسف (ما کان حدیثًا یُّفتریٰ ولٰکن تصدیق الّذی بین یدیہ وتفصیل کلّ شیءٍ وّھدًی وّرحمۃً لّقومٍ یّؤمنون) وھٰذہ الاٰیات صریحۃ فی انّ اللّٰہ تعالیٰ ما ترک شیئًا یتعلق بالدیانۃ الالٰھیۃ والشریعۃ النبویّۃ اصولًا وفروعًا وحجّۃً وبرھانًا ومصدرًا وماٰلًا الّا وفصّلہ وبیّنہ واظھرہ واعلنہ فی ھٰذا السفر المجید والکتاب العزیز الحمید حتّٰی نبل فی وصفہ انّہ لا تزیغ بہ الاھواء ولا یشبع منہ العلماء ومن ترکہ قصمہ اللّٰہ ومن ابتغی الھدٰی فی غیرہ اضلّہ اللّٰہ"

(الدرر البھیہ ص۳۵)

ترجمہ:- قرآن کریم کی تعریف میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تبیان

کُلِّ شیء ٍ نازل ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما فرّطنا فی الکتٰب من شیء ٍ کہ ہم نے اس قرآن میں ہر چیز بیان کر دی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں ما کان حدیثًا یفترٰی...... الخ فرمایا۔ ان آیات سے صراحتًا ثابت ہوتا ہے کہ دیانت الٰہیہ اور شریعتِ نبویّہ کے تمام اصول، تمام فروع، ہر قسم کے حجّت و برہان، ہر چیز کے مصدر اور انجام کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور اس کا کھلے بندوں اس قرآن مجید اور کتاب عزیز حمید میں اعلان کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اہواءِ نفس اس میں کجی پیدا نہیں کر سکتی اور علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ جو شخص اس قرآن کو چھوڑتا ہے خدا اُسے ہلاک کرے گا اور جو قرآن کے علاوہ کسی اَور کتاب میں ہدایت طلب کرتا ہے خدا اسے گمراہ ٹھہرائیگا۔"

حاضرینِ کرام! خدارا فرمائیے کہ ایسی پاک کتاب کو جس کے متعلق بہائی مبلغ کے یہ عقائد ہیں اگر دائمی شریعت نہ مانا جائے تو اَور کسے مانا جائیگا کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اتمام حجّت ہو سکتی ہے؟

(۱۰) وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ۔ (مائدہ ع ۷)

ترجمہ:۔ "ہم نے قائم رہنے والی تعلیم پر مشتمل کتاب تجھ پر نازل کی ہے۔ اس حال میں کہ وہ کتاب کتب سابقہ کی مصدق ہے اور ان پر نگران ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کو باقی کتابوں کے لئے مہیمن قرار دیا ہے۔ مہیمن اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ جس کے معنے نگران اور محافظ کے ہیں۔ قرآن کے سوا اور کسی کتاب کا نام مہیمن نہیں رکھا گیا۔ جب قرآن مجید باقی جملہ کتابوں کا مہیمن قرار پایا۔ تو اس کے محفوظ اور دائمی شریعت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟

(۱۱) وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ۠ ؏

(النحل: ۸۹)

ترجمہ:۔ "ہم نے تجھ پر یہ شریعت ہر ضروری حکم کو بیان کرنے کے لئے اور ہدایت و رحمت نیز مسلمانوں کے لئے بشارت بنا کر نازل کی ہے۔"

جب قرآن کریم تمام انسانی ضروریات کو بیان کرنیوالا ہے۔ تو وہ جامع قانون اور مکمل شریعت قرار پائے گا۔ اور یہی اس کے دائمی شریعت ہونے پر ایک واضح دلیل ہے کہ اس نے کوئی قابلِ ذکر چیز ترک نہیں کی۔ اب اگر نئی شریعت آئے گی تو بتایا جائے کہ وہ کیا بیان کرے گی؟

(۱۲) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

(الکھف: ۵۴)

ترجمہ:- ہم نے اس قرآن میں تمام لوگوں کے لئے ہر قسم کی تعلیم بوضاحت بیان کر دی ہے۔ لیکن بعض انسان بہت جھگڑتے ہیں۔"

یہ آیت بتارہی ہے کہ قرآن کریم کی جامعیت اور اس کی تعلیم پر محض کم فہم انسان ہی جدل اختیار کریں گے۔ ورنہ خدا ترس لوگ تو اس کی بہترین تعلیم کی وجہ سے اس پر فدا ہوں گے اور کہیں گے ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(۱۳) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

(الزمر: ۲۴-۲۵)

ترجمہ:- ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی عمدہ تعلیم اور سب دلائل بیان کر دیئے ہیں تا لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ہم نے اس قرآن کو فصیح زبان والا اور ایسا بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں ہے تاکہ لوگ تقویٰ حاصل کریں۔"

اس آیت کریمہ میں چیلنج کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی کجی اور ٹیڑھا پن نہیں۔ وہ کامل تعلیم پر مشتمل اور ہر قسم کی لفظی و معنوی خوبی پر حاوی ہے۔ اس لئے تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن مجید کو کامل اور دائمی شریعت تسلیم کیا جائے۔

(۱۴) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (فصلت: ۴۱-۴۲)

ترجمہ:- جن لوگوں نے اس ذکر کا انکار کر دیا جب وہ ان کے پاس آیا (وہ سخت گمراہی میں ہیں) یقیناً قرآن وہ غالب کتاب ہے کہ باطل اس میں نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے راہ پا سکتا ہے۔ وہ حکیم و حمید (خدا) کا نازل کردہ کلام ہے۔"

عربی زبان میں عزیز غالب کو کہتے ہیں، جسے کوئی مغلوب نہ کر سکے۔
العزّۃ: حالۃ مانعۃ للانسان من ان یغلب (المفردات)
پس قرآن کریم کو جب عزیز کہا گیا اور دوسری کسی کتاب کے لئے یہ لفظ نہیں آیا۔ تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم کسی باطل کے سامنے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اسے منسوخ ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

(۱۵) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

(الطارق: ۱۳-۱۴)

ترجمہ:- یہ نہ منسوخ ہونے والا کلام ہے اس میں کسی قسم کی غیر سنجیدگی یا بے اصولی نہیں۔"

عربی لغت میں لکھا ہے:- اَمْرٌ فَصْلٌ: اَمرٌ فیصل: ای لا رجعۃ فیہ ولا مردّ "کہ جو قطعی اور اٹل بات ہوتی ہے اُسے فصل کہتے ہیں۔

قرآن مجید کو فصل کہنے کے معنے یہ ہیں کہ یہ قائم رہنے والی کتاب ہے۔

(۱۶) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹)

ترجمہ:- یقیناً یہ قرآن اُن طریقوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ تعلیمات پیش کرتا ہے، جو ہر زمانہ میں صحیح اور قائم رہنے والی ہیں۔ اور وہ نیک اعمال بجا لانے والوں کو بشارت دیتا ہے کہ ان کو بڑا اجر ملے گا۔"

اس آیت میں لفظ اَقْوَمُ، قَائِمٌ سے اسم تفضیل ہے جس کے معنے دائمی اور ثابت رہنے والے کے ہوتے ہیں۔ قام علی الامر: دَامَ وثَبَتَ (اقرب الموارد) قام عندھم الحقّ: ثَبَتَ ولم یبرح ومنہ قولھم اقام بالمکان، ھو بمعنی الثبات (لسان العرب) زمخشری کہتے ہیں۔ قام علی الامر: دام وثبت، ما لفلان قیمۃ: ثبات ودوام علی الامر (اساس البلاغۃ) پس قرآن مجید کی تعلیمات کو اَقْوَمُ

کہنے سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم دائمی شریعت ہے۔

(۱۷) وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ (الکہف: ۲۷)

ترجمہ:- تُو اپنے رب کی اس کتاب کی تلاوت کیا کر جو تجھ پر وحی ہوئی ہے۔ اس کے کلمات و احکام کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور تجھے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ملے گی۔"

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہی حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں، اس پر عمل پیرا ہوں اور یہ یقین رکھیں کہ یہ کتاب ناقابلِ تنسیخ ہے۔ یہ دائمی شریعت ہے اور آخر کار نسلِ انسانی کو دنیا کے امن و امان اور روحانیت کی تلاش کے لئے اسی کتاب کی آغوش میں پناہ لینی پڑے گی۔ اور خدائے قرآن ہی ان کا ملجا و ماویٰ ہوگا۔

(۱۸) جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۹۷)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو لوگوں کے لئے عزت والا گھر اور ہمیشہ قائم رہنے والا قبلہ بنایا ہے۔ ایسا ہی اس نے عزت والے

مہینے، قربانیاں اور اُن کے گلے کے ہار ہمیشہ کے لئے جاری کر دیئے
ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی سب
باتوں کو خوب جانتا ہے اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔"

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:- وقوله جَعَلَ اللّٰهُ الکعبة البیت الحرامَ قیامًا للنّاس: ای قوامًا لهم یقوم به معاشهم ومعادهم قال الاصم قائمًا لا ینسخ (المفردات راغب)

پس جب کعبۃ اللہ کا قبلہ ہونا ناقابلِ تنسیخ ہے تو قرآن مجید کا غیر منسوخ اور دائمی شریعت ہونا بھی اظہر من الشمس ہے۔

(١٩) اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا
فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ؕ
(توبہ: ٣٦)

ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت میں مہینوں کا شمار
بارہ مہینے مقرر ہے، جب سے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا
کیا ہے ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہ ہمیشہ
قائم رہنے والا قانون ہے۔"

لسان العرب میں لکھا ہے۔ القَیِّم: المستقیم الّذی لا زیغ فیه ولا میل عن الحقّ۔ کہ قیّم کے معنے درست اور ہر کجی سے پاک کے ہیں۔ کلیات ابی البقاء میں ہے "وقیّمًا ابلغ من القائم والمستقیم باعتبار الزنة"۔

پس بارہ مہینوں کے متعلق قرآنی قانون دائمی ہے اور ہر قسم کی کجی اور تبدیلی سے پاک ہے۔

(٢٠) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِیْهَا
كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ؕ (البیّنہ: ٢-٣)

ترجمہ:- "یہ اس کا رسول ہے جو پاکیزہ صحیفے (قرآن مجید)
پڑھ کر سنا رہا ہے۔ ان صحیفوں میں تمام وہ کتابیں اور احکام
موجود ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔"

امام راغب اپنی لغت میں لکھتے ہیں: یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ فقد اشار بقوله صحفًا مطهرةً الی القرآن وبقوله كُتُبٌ قَیِّمَةٌ الی ما فیه من معانی کتب اللّٰه فانّ القرآن مجمع ثمرة کتب اللّٰه تعالیٰ المتقدمة۔ (المفردات)

گویا قرآن مجید کتب سابقہ کی تمام صداقتوں پر مشتمل ہے۔ جو باقی رہنے والی ہیں۔ قرآن مجید کی یہ شان اس کے دائمی شریعت ہونے پر دلیل قاطع ہے۔

(٢١) الکہف:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ
الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا
لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ
یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ (الکہف: ۱-۲)

ب:- فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝ (الروم: ۴۳)

ترجمہ:- (الف) سب تعریف اللہ کا حق ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب (قرآن مجید) نازل کی ہے۔ اور اس کتاب میں کسی قسم کی کجی نہیں رہنے دی۔ اس کتاب کو ہمیشہ رہنے والی اور کبھی منسوخ نہ ہونے والی کتاب بنایا۔ تا وہ اس شدید جنگ اور عذاب سے ڈرائے جو اللہ کی طرف سے آنیوالا ہے اور ان مومنوں کو بشارت دے جو نیک اعمال بجا لاتے ہیں کہ ان کے لئے بہترین اجر مقدر ہے۔"

(ب) تو اپنی ساری توجہ اس نہ منسوخ ہونے والے دین کے لئے صرف کر۔ اس سے پیشتر کہ اللہ کی طرف سے وہ عذاب کا دن آجائے۔ جو رد نہ کیا جا سکے گا۔ اور لوگ اس روز پراگندہ ہوں گے۔"

معزز سامعین! قرآن کریم کی ان بیس سے زیادہ آیات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ کامل کتاب ہے، وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کتاب ہے، اس میں تمام انسانی ضروریات کا علاج بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ رہتی دنیا تک انسانوں کے روحانی، تمدنی، اخلاقی اور اقتصادی مطالبات کو پورا کرنے والا ہے۔

پس ثابت ہے کہ قرآن کریم ایک دائمی شریعت ہے۔ اب قرآن کریم کے دائمی شریعت ہونے پر منکرِ اسلام تو اعتراض کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کو نہیں مانتا۔ مگر تعجب ہے کہ بہائی قرآنِ پاک کو کلام خداوندی ماننے کے بعد اس کے دعویٰ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

معزز حضرات! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ قرآن مجید کے بارے میں کتبِ سابقہ تورات و انجیل میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں بھی اسے دائمی شریعت قرار دیا گیا ہے پھر آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ قرآن مجید کی آیاتِ صریحہ میں اس کے کامل، محفوظ، جامع اور دائمی شریعت ہونے کا واضح اور کھلے طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید چونکہ ساری دنیا کے لئے ہے اور اس کارخانۂ عالم کے آخری روز تک کے لئے شریعت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی زمین اور اس کے آسمانی اجرام کے ذریعہ ساری نسلِ انسانی کی خوراک مہیا ہو رہی ہے۔ انسانی نسل کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ذرائع پیداوار میں بھی اضافہ اور ترقی ہو رہی ہے۔ نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب میں سے بھی اس کے فضل سے ہر

زمانہ کی ضروریات کے مطابق احکام و ہدایات نکل رہے ہیں جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ذاتِ باری نے اس کتاب کی آیات کو محکمات و متشابہات بنایا ہے اور ان میں ایک روحانی لچک رکھی ہے مگر اہلِ زیغ متشابہ آیات سے غلط استدلال اور فرضی تاویلات کرکے خود بھی راہِ حق سے بھٹک جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہائی صاحبان کا عام طور پر یہی شیوہ ہے کہ وہ نصوص صریحہ کو نظر انداز کرکے بعض پیشگوئیوں کی حسب مرضی خود تاویل کرلیتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم مختص الزمان کتاب ہے۔ ان کے اس غلط طریق کا ایک مداوا تو یہ ہے کہ ان کی پیش کردہ آیات کی صحیح تفسیر بیان کردی جائے[۱] مگر تجربہ شاہد ہے کہ یہ طریق ان کے عناد کی وجہ سے زیادہ کارگر نہیں ہوتا۔ خداوند تعالیٰ بھی فرماتا ہے وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ۔ اسلئے اس طریق کے علاوہ ہم برائے اتمامِ حجت بہائی صاحبان پر ان کے مسلّمات میں سے چند حوالہ جات اور اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

اوّل ۔ ابوالفضل صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قرآن مجید کے متعلق تسلیم کی ہے کہ "لاتفنی عجائبہ" وہ لکھتے ہیں :۔

"ونقلنا فی کتاب الدرر البہیۃ عبارۃ عن

[۱] اس کے لئے رسالہ ہذا کا ضمیمہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

کتاب العقد الفرید جاء فیہ انّ سیدنا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حقّ القرآن انّہ لاتفنی عجائبہ" (مجموعہ رسائل مؤلفہ ابوالفضائل ص۲۴۹)

ترجمہ :۔ ہم نے العقد الفرید کے حوالہ سے اپنی کتاب الدرر البہیۃ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے"

گویا بہائیوں کو مسلّم ہے کہ قرآن کریم کے معارف وحقائق کبھی ختم نہ ہونگے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں کہ یہ دائمی شریعت ہے؟

دوم ۔ سید علی محمد باب لکھتے ہیں :۔

"در زمانِ نزولِ قرآن افتخار کل بفصاحتِ کلام بود۔ ازیں جہت خداوند قرآن را با علیٰ علوِّ فصاحت نازل فرمود و اورا معجزۂ رسول اللہ قرار داد۔ و در قرآن خداوند اثباتِ حقیقتِ رسول اللہ ودینِ اسلام نفرمودہ الّا بآیات کہ اعظم بیّنات است"

(البیان قلمی ص۱۳)

ترجمہ :۔ نزولِ قرآن کے زمانہ میں سب لوگوں کو اپنی فصاحتِ کلام پر فخر تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو فصاحت کے انتہائی معراج پر نازل کیا اور

اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دیا۔ قرآن کریم
میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور اسلام کی حقانیت کو ایسی
آیات سے ثابت فرمایا ہے جو اعظم ترین بیّنات ہیں۔"

جب قرآن مجید اعظم بیّنات پر مشتمل ہے تو اس کے دائمی
کتاب ہونے میں کیا شبہ ہے۔ جناب باب کے اس بیان سے
ان کم علم لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ جو قرآن کریم میں غلطیاں
نکالنے کے مدعی بنتے ہیں۔ جیسا کہ بعض متعصب پادریوں کی کاسہ لیسی
میں بعض بہائی بھی یہ کہتے ہوئے سُنے گئے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں
زبان کی غلطیاں ہیں۔

سوم۔ جناب بہاء اللہ کہتے ہیں:۔

"مثل اینکہ بعضے تمسک بعقل جستہ و آنچہ بعقل نیاید
انکار نمائند و حال آنکہ ہرگز عقول ضعیفہ ہمیں مراتب مذکورہ
را ادراک نکند مگر عقلِ کلّیِ ربّانی ؎

عقل جزئی کے تواند گشت بر قرآں محیط
عنکبوتے کے تواند کرد سیمرغے شکار

و ایں عوالم کُل در وادیٔ حیرت دست دہد و مشاہدہ گردد،
و سالک در ہر آن زیادتی طلب نماید و کسل نشود ایں است
کہ سیّدِ اولین و آخرین در مراتبِ فکرت و اظہارِ حیرت
(ربّ زدنی فیک تحیّراً) فرمودہ۔"

(ہفت وادی صفحہ ۲۲-۲۳۔ تصنیف بہاء اللہ)

اس عبارت میں عقلِ انسانی کو قرآن مجید کے بے پایاں خزانوں
تک پہنچنے سے قاصر قرار دیا گیا ہے جس طرح مکڑی سیمرغ کا شکار
نہیں کر سکتی اسی طرح عام انسانی عقل قرآن مجید پر محیط نہیں ہو سکتی
قرآن کریم کی اس بے کرانی اور بے پایانی کے باوجود اگر معمولی
بہائی پر اس پر حرف گیری کریں تو وہ اپنے ہی عیب کا اظہار
کرنے والے ہوں گے۔

چہارم۔ جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔

"اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نبود ہر آئینہ
شریعتِ فرقان در ایں ظہور نسخ نمی‌شد۔" (اقتدار صفحہ ۲۸-۲۹)

ترجمہ:۔ اگر اہلِ اسلام باب اور بہاء کے ماننے سے
اعراض نہ کرتے اور ان پر اعتراض نہ کرتے تو اس دور
میں قرآنی شریعت ہرگز منسوخ نہ کی جاتی۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم حقیقتاً کامل اور
دائمی شریعت ہے اس کو منسوخ قرار دینے کی کوئی وجہ نہ تھی۔
صرف مسلمانوں کے اعتراضات سے چڑ کر بابیوں اور
بہائیوں نے اسے منسوخ قرار دینے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

پنجم۔ (الف) جناب بہاء اللہ نے آخری عمر میں ایک خط میں لکھا ہے:۔

اگر اہلِ توحید در اعصارِ اخیرہ بشریعت
غرّاء بعد از حضرت خاتم۔ روح ما سواہ فداہ

عمل مے نمودند و بندیش تشبث، بنیانِ حصینِ امر متضعضع نمے شد و مدائنِ معموره خرابه نگشت، بلکه مدن و قری مبطرازِ امن و امان مزیّن و فائز"۔

(مقالہ سیاح مع اردو ترجمہ ص۹۵)

(ب) "اگر اس آخری زمانہ میں اہلِ توحید حضرت خاتم النبیین (روحِ عالم نثار ہو اُن پر) کی وفات کے بعد اُن کی روشن شریعت پر عمل کرتے اور اُن کے دامنِ شریعت کو مضبوط پکڑے رہتے تو قلعۂ دین کی مستحکم بنیاد ہرگز نہ ڈگمگاتی اور بسے بسائے شہر کبھی ویران نہ ہوتے۔ بلکہ شہر اور گاؤں امن و امان سے مزیّن اور کامیاب رہتے"۔

(رابب الحیاۃ ص۹۹)

اس میں جناب بہاء اللہ نے قرآن مجید کو شریعتِ غرّا تسلیم کیا ہے۔ صرف مسلمانوں کی بے عملی کا شکوہ کیا ہے۔ جناب بہاء کی طرف سے یہ واضح اعتراف ہے کہ ان کے نزدیک بھی قرآنی شریعت دائمی شریعت ہے۔

ششم۔ جناب عبد البہاء کہتے ہیں:۔

از جملہ براہینِ حضرت محمدؐ قرآن است۔ کہ شخصِ اُمّی وحی شدہ۔ دیگر معجزہ از معجزاتِ

قرآن اینست کہ قرآن حکمتِ بالغہ است، شریعتے در نہایت اتقان کہ روح آں عصر بود تاسیس میفرمایند و از ایں گذشتہ مسائلِ تاریخیہ و مسائلِ ریاضیہ بیان مینماید کہ مخالفِ قواعدِ فلکیہ آں زمان بود۔ بعد ثابت شد کہ منطوقِ قرآن حق بود۔ در آں زمان قواعدِ فلکیہ بطلیموس مسلّمِ آفاق بود و کتابِ مجسطی اساسِ قواعدِ ریاضیہ بین جمیع فلاسفہ، ولے منطوقاتِ قرآن مخالفِ آں قواعدِ مسلّمۂ ریاضیہ۔ لہذا جمیع اعتراض کردند کہ ایں آیاتِ قرآن دلیل بر عدمِ اطلاع است۔ امّا بعد از ہزار سال تحقیق و تدقیق ریاضیون اخیر واضح و مشہود شد کہ صریحِ قرآن مطابقِ واقع، و قواعدِ بطلیموس کہ نتیجۂ افکار ہزاران ریاضی در فلاسفۂ یونان و رومان و ایران بود باطل۔ مثلاً یک مسئلہ از مسائلِ ریاضیہ قرآن اینست کہ تصریح بحرکتِ ارض نمود، در حالیکہ در قواعدِ بطلیموس ارض ساکن است۔ ریاضیونِ قدیم آفتاب را مرکزِ فلکیہ قائل، ولے قرآن حرکتِ شمس را تحریراً بیان فرمودہ، و جمیع اجسامِ فلکیہ و ارضیہ را متحرک دانستہ۔ لہذا چون ریاضیون اخیر نہایت تحقیق و تدقیق در مسائلِ فلکیہ نمودند ثابت و محقق شد کہ منطوقِ صریحِ قرآن صحیح است و جمیع فلاسفۂ ریاضیون

سلف برخطا رفتہ بودند۔ حال باید انصاف داد کہ ہزاران
حکماء و فلاسفہ و ریاضیون از اُمم متمدنہ باوجود تدریس و
تدریس در مسائلِ فلکیہ خطا نمایند و شخصِ اُمّی از قبائلِ جاہلہ
بادیۃ العرب کہ اسم فنِ ریاضی نشنیدہ بود، باوجود آنکہ در صحراء
در وادی غیر ذی زرع نشو و نما نمودہ بحقیقت مسائلِ غامضۂ
فلکیہ پے برد و چنیں مشاکلِ ریاضیہ را حل فرماید پس ہیچ شبہ
نیست کہ ایں قضیۂ خارق العادۃ و بقوتِ وحی حاصل گشتہ
برہانے از ایں شافی تر و کافی تر ممکن نیست و ایں قابلِ انکار
نہ" (خطابات حضرت عبد البہاء جلد ۱ صفحہ ۸۵-۸۶-۸۷)

اس عبارت میں بتایا گیا ہے کہ قرآنی بیانات اور اصول
ہر حال درست ثابت ہوتے ہیں۔ بعض امور میں دنیا اور دنیا کے
عالموں نے ہزار سال تک قرآن کریم کے بیان فرمودہ اصولوں
پر اعتراض کئے مگر آخر وہی حق ثابت ہوا جسے قرآن مجید نے
بیان کیا تھا۔

پس جب ہزار سال کے بعد بھی بیاناتِ قرآنیہ کی حقانیت
اور صداقت پر واقعات مُہر کر رہے ہیں تو کیا اس سے بڑھ کر کسی
اور دلیل کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم منسوخ نہیں بلکہ خدا
کی زندہ کتاب ہے؟

ہفتم۔ بہائی مؤرخ مرزا عبد الحسین لکھتے ہیں:۔

"درمیان سائر ملل چنیں شہرت دادند کہ پدر ما داعیۂ
[...] استقلال اظہار نفرمودہ و تشریع شریعتے ننمودہ بلکہ یکے
از اولیاء و اقطاب بودہ و متابعت شرع اسلام نمودہ
[...] برادر ما عباس افندی نغمۂ تازہ پیش گرفتہ و شرع جدید
[...] تأسیس نمودہ" (الکواکب الدریہ جلد ۲ صفحہ ۳۱)

ترجمہ:- فرزندانِ بہاء اللہ (محمد علی وغیرہ) نے سب
اہلِ مذاہب کے اندر مشہور کر دیا ہے کہ ہمارے باپ (بہاء اللہ)
نے مستقل مدعی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اس نے
نئی شریعت بنائی ہے۔ بلکہ وہ تو اولیاء اور اقطاب
میں سے تھا اور ہمیشہ اسلامی شریعت کی پیروی کرتا
رہا ہے۔ ہمارے بھائی عباس افندی نے نیا ڈھونگ
رچا دیا ہے اور شریعت جدیدہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔"

ان حالات میں اور جناب بہاء اللہ کے اوپر والے حوالجات
کی موجودگی میں ان کے بیٹوں کی یہ شہادت ضرور قابلِ توجہ ہے۔
کیا یہ ممکن نہیں کہ آخر کار جناب بہاء اللہ کے دل میں ندامت اور
توبہ پیدا ہوئی ہو۔ اور انہوں نے قرآن مجید کی منسوخی کے دعویٰ
سے رجوع کر لیا ہو؟ تاہم یہ بہاء اللہ کے بیٹوں اور بھائیوں کا
اندرونی معاملہ ہے ع

محتسب را درونِ خانہ چہ کار

ہشتم:- جناب عبدالبہاء کی وفات ۲۸ر نومبر ۱۹۲۱ء کو ہوئی ہے وفات سے تین دن پہلے انہوں نے حیفا (فلسطین) کی مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کی ہے- حالانکہ بہائیوں کے ہاں جمعہ کی نماز موجود نہیں ہے بلکہ بہاء اللہ نے نمازِ باجماعت سے منع کیا ہے لیکن بایں ہمہ اُن کا آخری ایام میں نمازِ جمعہ کے لئے مسجد میں جانا ظاہر کرتا ہے کہ شاید انہوں نے بھی دل میں رجوع کیا ہو-

نمازِ جمعہ کی ادائیگی معمولی بات نہیں ہے- جس کی دلیل یہ ہے کہ عصرِ جدید کے اُردو ترجمہ میں تحریف کر کے اِسے چھپانے کی کوشش کی گئی ہے- چنانچہ انگریزی، عربی اور اردو حوالے آپ کے سامنے ہیں:-

(۱) انگریزی الفاظ یہ ہیں:-

"On friday, November 25, 1921, he attended the noonday paryer at the Mosque iii Haifa."

(عصرِ جدید اور بہاء اللہ انگریزی صہ۸۶)

(۲) عربی ترجمہ میں لکھا ہے:-

ففی یوم الجمعة ۲۵ نومبر سنة ۱۹۲۱ء
شهد صلوٰة الجمعة فی مسجد حیفا" (عربی عصرِ جدید صہ۷۱)

(۳) اُردو ترجمہ میں لکھا ہے:-

"۲۵ر نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن دوپہر کو آپ مسجد حیفا کو گئے"۔ (عصرِ جدید اُردو صہ۷۵)

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کا حکم قرآنی شریعت کا حکم ہے جناب عبدالبہاء کا مرنے سے پہلے اس حکم پر عمل پیرا ہونا صاف بتلاتا ہے کہ بہائیوں کے سربراہوں کے دل بھی مانتے ہیں کہ قرآنی شریعت دائمی اور زندہ شریعت ہے نجات پانے کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے- سچ ہے' رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ-

بالآخر میں آخری اتمامِ حجت کے طور پر اہلِ بہاء کے سامنے قرآن مجید کے دائمی اور غیر منسوخ شریعت ہونے کے لئے ایک اور معیار پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اہلِ بہاء کو مسلّم ہے:-

یقول الملیك الرحمان فی الفرقان وهو الذکر المحفوظ والحجّة الباقیة بین ملأ الأكوان فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فجعل تمنّی الموت برهانًا صادقًا- (مقالِ سیاح صہ۸۹)

ترجمہ:- خدائے ملیک و رحمان نے قرآن مجید میں جو نسلِ انسانی کے درمیان بحیثیت الذکر المحفوظ اور الحجّة الباقیة ہے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو یعنی قرآن کریم نے مقابلۃً موت کی تمنا یعنی دعوتِ مباہلہ کو صداقت

کا برہان قرار دیا ہے۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید محفوظ کتاب ہے اور ہمیشہ کے لئے جب تک یہ دنیا اور یہ کون و مکان موجود ہے حجت باقیہ ہے۔ اس قرآن کریم نے صداقت کے پرکھنے کے لئے مباہلہ اور موت کی تمنا کا معیار مقرر فرمایا ہے۔

میں اہلِ بہاء کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس معیار کے ذریعہ بھی اس عقیدہ کا فیصلہ کرلیں کہ آیا قرآن مجید منسوخ ہوگیا ہے یا وہ دائمی شریعت ہے؟ جماعت احمدیہ اپنے عقیدہ پر پورے یقین اور کامل بصیرت کے ساتھ قائم ہے۔ ہمارے بانی سلسلہ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:-

"اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱-۶۰)

اب آسان راہ ہے کہ اگر اہلِ بہاء سچے ہیں اور اگر فی الواقع قرآن کریم منسوخ ہو چکا ہے تو اس کو شیریں پھل نہیں لگ سکتے۔ قرآن مجید کا دعویٰ تُؤْتِیٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم) درست نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اہلِ بہاء کو چاہیئے کہ وہ اپنے زعیم اور پیشوا کے ذریعہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی اس روحانی مقابلہ کی دعوت کو منظور کریں جسے میں سنہ ۱۹۴۰ء سے معیّن طور پر جناب شوقی افندی کے نام شائع کر چکا ہوں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ

نے سنہ ۱۹۱۶ء میں شملہ کی بلند چوٹیوں سے اعلان فرمایا تھا کہ:-

"میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آ کر ہم سے مقابلہ کرلے۔ مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔"

آگے چل کر فرمایا:-

"اُن کو مقابلہ پر آنا چاہیئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں۔ اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دُعا قبول ہوگی۔ افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ اس مقابلہ میں آنے سے ڈرتے ہیں ورنہ حق نہایت روشن طور پر کھل جاتا اگر اس مقابلہ کے لئے مختلف مذاہب کے لوگ نکلیں تو انکو ایسی شکست نصیب ہوگی کہ پھر مقابلہ کی جرأت ہی نہ رہے گی۔"

(الفضل ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء)

ناظرینِ کرام! اس چیلنج پر قریباً ربع صدی گزر چکی ہے مگر کسی مخالفِ اسلام لیڈر کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ دُعا کے مقابلہ کے میدان میں نکلے۔ میں اب یہ چیلنج حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی اجازت سے خاص طور پر بہائیوں کے موجودہ زعیم جناب شوقی آفندی کے نام

شائع کرتا ہوں۔ اور یہ کتاب ان کو تحفۃً بھجوا رہا ہوں کیا وہ اس روحانی مقابلہ کی جرأت کریں گے؟ اہل بہاء کو چاہیئے کہ وہ جناب شوقی افندی کو اس کے لئے آمادہ کریں۔ (رسالہ بہائی تحریک پر تبصرہ ص۲۵)"

آج میں جناب شوقی آفندی کے نام اس معیّن چیلنج کی اشاعت (۱۹۴۲ء) کے چودہ برس بعد دوبارہ بہائی صاحبان کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے مسلّمہ معیار کے مطابق قرآن مجید کے عالمگیر، اور دائمی شریعت ہونے کا فیصلہ کر لیں۔

کیا بہائی صاحبان اس دعوت کو سیدھے طور پر قبول کرینگے؟ دیدہ باید۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ابو العطاء

پانچواں مقالہ

قرآنی شریعت

اور

بہائیوں کی مزعومہ شریعت کا موازنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ
وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا
شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝
مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ (الکہف: ۱-۳)

اگر ماندے درجہاں ایں کلام ÷ نہ ماندے بدنیا ز توحید نام
جہاں بود افتادہ تاریک و تار ÷ ازو شد منوّر رُخِ ہر دیار
(دُرِّ ثمین فارسی)

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کی رات کے مقالہ کا عنوان "قرآنی شریعت اور بہائیوں کی

مزعومہ شریعت کا موازنہ" ہے۔ یہ مقالہ ہمارے سلسلۂ مقالات کا پانچواں مقالہ ہے اور آخری ہے۔

حضرات! قرآن مجید ایک تیرہ و تاریک دَور میں نازل ہوا۔ ایک وحشی اور درندہ صفت قوم کی اصلاح کے لئے اُترا۔ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ کلامِ خداوندی تدریجاً نازل ہوا۔ اس کی برکات اور اس کے انوار نے تاریک دلوں کو منوّر کرنا شروع کیا۔ اور اس کی تاثیرات سے عرب کی سرزمین آماجگاہِ روحانیت بننے لگی۔ یہاں اور وہاں اس مقدس کتاب کی روشنی پھیلنے لگی۔ قرآن مجید کی روحانی شعاعوں، اور حضرت سیّد الاوّلین والآخرین خیر البشر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی درد بھری دُعاؤں اور پاک تاثیروں کا یہ اثر ہوا کہ عرب کے وحشی انسانیت کی تعلیمات سے آراستہ ہوتے لگے۔ وہ جو وحشی تھے انسان بنے۔ با اخلاق انسان بنے۔ باخدا انسان بنے۔ بلکہ باقی دنیا کے لئے خدا نما انسان بنے۔ وہ رب دن شراب کے نشے میں مخمور رہتے تھے ذکرِ خدا میں مشغول ہو گئے۔ وہ جو پتھروں اور درختوں کے پجاری تھے خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔ یہ قرآنِ پاک کا ایک لاثانی معجزہ ہے جس کا ہر دوست و دشمن کو اعتراف ہے۔ بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں قرآن کریم کے پیش کردہ عقائد سے اتفاق نہیں، ہمیں اس کی پیش کردہ الٰہیات و اخلاق کا ادراک نہیں لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ انہیں قرآن کریم کے ذریعے

عرب کی سرزمین میں رُبع صدی سے کم عرصہ کے اندر عظیم الشان اور بے نظیر انقلاب کے پیدا ہو جانے کا علم نہیں۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے یہ ایک مشہود و محسوس ماجرا ہے۔ یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ بائیبل میں اسی انقلابِ روحانی کی ان الفاظ میں خبر دی گئی تھی:۔

"تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو۔ دیکھو میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی کیا تم اس پر ملاحظہ نہ کرو گے؟ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا۔ دشت کے بہائم، گیدڑ اور شترمُرغ میری تعظیم کریں گے کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا۔ کہ وہ میرے لوگوں کے، میرے برگزیدوں کے، پینے کے لئے ہوئیں۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا۔ وہ میری ستائش کریں گے"۔ (یسعیاہ ۴۳/۱۸-۲۱)

(یہ عظیم الشان اور بے نظیر تاریخی انقلاب کیا ہے؟ حالی مرحوم نے خوب فرمایا ہے ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے یکسر ہلا دی

پس قرآن مجید کی قوتِ قدسیہ ایک آزمودہ حقیقت ہے قرآن مجید کی رُوحانی شعاعیں دنیا کو منوّر کر چکی ہیں اور آج بھی کر رہی

ہیں۔ قرآنی علوم و معارف کے اس بحرِ ذخار کا تجربہ ہو چکا ہے۔ قرآنی شریعت کی جامعیت اور پاکیزہ تاثیرات ساری قوموں میں اور صدیوں تک مشاہدہ کی جا چکی ہیں اور آج بھی اسی کی برکات اور اسی کے تجلیات سے ایک عالَم زندہ ہو رہا ہے۔

معزز حضرات! ایک طرف یہ مقدس کتاب ہے جسے قرآن کہتے ہیں جس کے متعلق اسلام کے بدترین دشمنوں کو بھی اعتراف ہے کہ دُنیا میں ساری کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی یہ کتاب ہے۔ ہر مسلمان گھرانہ میں اس کی تلاوت ہوتی ہے ہر نمازی ہر مسجد میں اسکی آیات پڑھتا ہے مسلمانوں کی ہر عدالت اور ہر مجلس میں قرآن مجید کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ عالی شان اور جامع شریعت ہے اور دوسری طرف ایران کے ایک شخص نے اپنا وقت گذارنے کے لیئے بطور مشغلہ جبکہ وہ عثمانی حکومت کی مہیا کردہ سہولتوں میں کامل فارغ البالی اور بے فکری سے دن گزارتے تھے اور انہیں اور کوئی کام نہ تھا "الواح" اتارنے کا خیال کیا اور اپنے منتشر خیالات پر مشتمل چند اوراق لکھکر کہنا شروع کر دیا کہ یہ "اقدس" ہے اور یہ قرآنِ پاک کے مقابلہ پر اس کی ناسخ شریعت ہے۔ (نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات)

ہم آج بادلِ ناخواستہ جناب بہاء اللہ کی لکھی ہوئی "شریعت اقدس" کا قرآنِ پاک سے سرسری موازنہ کرنے لگے ہیں۔ وجدانی طور پر اس موازنہ کی کوئی وجۂ جواز نہیں ہے۔ کیونکہ "اقدس" کی کوئی ایک بات بھی تو قرآن مجید

سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اور کسی پہلو سے اُسے قرآن مجید سے کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ نہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت میں، نہ علوم و پیشگوئیوں کے بیان میں، نہ اخلاقی تعلیمات کے ذکر میں، نہ اصولِ جہانبانی و قوانینِ حکمرانی کے سلسلہ میں، نہ تمدّنی و معاشرتی ہدایات و تعلیمات کے ذکر میں، اور نہ اقتصادی قواعد و ضوابط کے بیان میں۔ غرض شریعت کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس میں بہائیوں کی "اقدس" کو قرآن مجید سے کوئی مناسبت حاصل ہو۔

آپ اگر ان سارے پہلوؤں کو نظر انداز بھی فرما دیں تب بھی بہائیوں کی "اقدس" تو اپنی اشاعت کے لحاظ سے بھی قابلِ ذکر نہیں ہے کہتے ہیں کہ وہ قریبًا اسّی برس سے مدوّن ہے۔ مگر ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ آج تک اسے اس کے ماننے والوں نے ایک دفعہ بھی زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں کیا۔ بہائی صاحبان اِدھر اُدھر کی بیسیوں کتابیں اور رسالے شائع کرتے رہتے ہیں۔ سفرنامے چھپواتے رہتے ہیں۔ مگر آج تک انہوں نے طبع نہیں کیا تو "اقدس" کو۔ اس کو آج تک صرف اس کے نہ ماننے والوں نے ہی ایک آدھ مرتبہ چھاپا ہے۔ تا کہ لوگوں کو خفیہ بہائی مذہب کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ ورنہ اس کتاب کو "تریاقِ اکبر" کہنے والے بہائیوں کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہ اسے طبع کر کے دنیا کے سامنے اپنی شریعت کے طور پر پیش کر سکیں۔ میں جن دنوں (۱۹۳۱ء-۱۹۳۲ء) فلسطین میں تھا تو میں نے بڑی کوشش سے عراق سے اقدس کا ایک نسخہ

حاصل کیا۔ اور پھر ۱۹۴۰ء میں اپنی کتاب "بہائی تحریک پر تبصرہ" میں من وعن شائع کر دیا۔ ورنہ کسی بزعم خود "محفل ملی بہائی" کو توفیق نہیں ملی کہ وہ "اقدس" کو اپنی طرف سے شائع کرتی۔ بہائیوں کے زعیم جناب عبدالبہاء نے بہائیوں کو اقدس کے شائع کرنے سے منع کر رکھا ہے۔
(جواب نامہ جمعیت لاہائی مطبوعہ مصر) ؏

آخر کچھ تو ہے جس کی رازداری ہے!

حضرات! ایک طرف یہ بہائیوں کی "اقدس" ہے۔ اور دوسری طرف خدا کا کلام عظیم ہے۔ درحقیقت تو ان میں موازنہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر آج ہم اس موازنہ کو محض بہائیوں پر اتمام حجت کی خاطر بطور ایک مقالہ پیش کرتے ہیں۔ ایک شاعر عمومی رنگ میں کہتا ہے ؎

تا نباشد در مقابل روئے مکروہ وسیاہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہدِ گلفام را

اس موازنہ کے ذکر سے قبل یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ کہ بابی تحریک کے بانی جناب علی محمد باب کے گرفتار ہونے پر بابیوں نے اپنی بدشت کانفرنس میں قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیکر نئی شریعت بنانے کی تجویز پاس کی تھی۔ اس تجویز کے بانی مبانی مرزا حسین علی نوری یعنی جناب بہاء اللہ اور جناب قرۃ العین وغیرہ چند اشخاص تھے۔ اس تجویز پر جناب باب نے قلعہ ماکو میں بیٹھے ہوئے قرآن مجید کے مقابلہ پر ایک

شریعت تیار کرنا شروع کر دی جس کا نام انہوں نے البیان تجویز کیا۔ وہ اپنے اعلان کے مطابق اس کتاب کے انیس ۱۹ حصے مرتب نہ کر سکے۔ ابھی قریباً ساڑھے آٹھ حصے یعنی نصف کتاب سے بھی کم لکھ سکے تھے۔ کہ قتل کر دیئے گئے۔ ہم ابھی آپ کے سامنے باب کی نوشتہ شریعت البیان کے چند احکام ذکر کریں گے۔ باب کے قتل کئے جانے کے بعد اس تحریک کے افراد دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ تو میرزا یحییٰ الملقب صبح ازل کے تابع ہو گئے اور ازلی کہلائے۔ اور کچھ مرزا حسین علی نوری الملقب بہاء اللہ کے ساتھ ہو گئے اور بہائی کہلائے۔ ان کچھ ایسے بھی اور آج تک ہیں جو بابی کے بابی ہی رہے۔ صبح ازل اور بہاء اللہ نے اپنے اپنے مریدوں کی درخواستوں پر اپنی اپنی جگہ پر یعنی قبرص میں اور عکہ میں بیٹھے بیٹھے البیان کی بجائے ایک ایک نئی شریعت ایجاد کرنے کی کوشش کی۔ صبح ازل نے "المستیقظ" نامی کتاب لکھی اور اسے البیان کا ناسخ ٹھہرایا۔ اور بہاء اللہ نے "الاقدس" نامی کتاب مرتب کی اور اسے البیان کا ناسخ قرار دیا۔ بہاء اللہ کے بھائی اور بہن ان سے علیحدہ رہے اور وہ ان کی تحریک میں شامل نہ ہوئے۔ بلکہ ان میں باہم مقدمہ بازی ہوتی رہی۔ اور باہمی شدید عداوت رہی۔ پس بابیوں ازلیوں۔ اور بہائیوں نے اس صدی میں قرآن کو منسوخ کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے تین شریعتیں تجویز کی ہیں جو ظل ذی ثلاث شعب لاظلیل ولا یغنی من اللھب کا مصداق ہیں۔

بہائیوں کے نزدیک اب صرف "کتاب اقدس" ہی شریعت ہے۔ اور اس کے سوا دُنیا میں کوئی شریعت نافذ اور مثمر ثمرات نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بہائی شریعت کے موازنہ سے پیشتر البیان کے چند احکام بطور نمونہ درج کر دیں۔ کیونکہ در اصل البیان ہی وہ بیج ہے جس سے الاقدس کا شجرۂ غیر طیبہ پیدا شدہ قرار دیا جا رہا ہے۔ وہ احکام بطور نمونہ یہ ہیں:-

(۱) باب نے لکھا ہے:-

"لا یجوز التدریس فی کتب غیر البیان الّا اذا أُنشئ فیہ ممّا یتعلّق بعلم الکلام وان ممّا اخترع من المنطق والاصول وغیرھا لم یوذن لاحد من المؤمنین۔ (واحدؑ بابؒ)

کہ البیان کے سوا کسی کتاب کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت نہیں۔ سوائے اس کے کہ علم کلام کی کوئی کتاب ہو۔ منطق اور اصول وغیرہ کی کتابوں کے پڑھنے کی کسی مومن کو اجازت نہیں ہے۔"

(۲) باب نے کہا ہے:-

"الباب السادس من الواحد السادس فی حکم محو الکتب کلّھا الّا ما اُنشئت او تُنشأ فی ذٰلک الامر" کہ یہ چھٹا باب اس بارے میں ہے کہ سوائے بابی کتابوں کے سب کتابوں کے مٹا دینے کا حکم دیا جاتا ہے۔"

(۳) بابی شریعت میں ان تمام لوگوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا گیا تھا جو باب پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جناب عبدالبہاء لکھتے ہیں:-

"در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق و حرق کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتل عام الّا من آمن وصدّق بود۔" (مکاتیب عبدالبہاء جلد ۲ ص۲۶۶)

کہ باب کے ظہور کے وقت یہ حکم تھا کہ کتابیں اور اوراق جلا دیئے جائیں اور مخالفین کے مقامات گرا دیئے جائیں اور باب پر ایمان لانے والوں کے علاوہ باقی سب لوگوں کا قتل عام کیا جائے۔

(۴) باب نے البیان میں لکھا ہے:-

"کلّ من یدخل فی ذٰلک الدّین فاذاً یطھر وکلّ ما نُسب الیہ ثمّ ما نزل من ایدی غیر اھل ذٰلک الدین الی اھل الدین فان تقطع النسبۃ عنھم واثبات النسبۃ الیھم یطھر۔"

آگے چل کر اسی حکم کی تشریح میں کہتے ہیں:-

"اگر یومے ہزار مرتبہ در بحر داخل شوید و خارج شوید حکم طہارت جسدی نمے شود۔" (بابؒ۔ واحد ۲)

گویا بابی بابیت میں داخل ہوتے ہی پاک ہو جاتا ہے اور اس کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز فوراً پاک ہو جاتی ہے۔

لیکن غیر بابی کا یہ حال ہے کہ وہ اگر ہزار مرتبہ بھی سمندر میں روزانہ غسل کرے تب بھی اسے جسمانی طہارت حاصل نہیں ہو سکتی "۔

(۵) باب نے اپنی کتاب البیان کے پانچویں واحد کا پانچواں باب بایں عنوان شروع کیا ہے :-

"الباب الخامس من الواحد الخامس فی بیان حکم اخذ اموال الذین لا یدینون بالبیان وحکم ردہ ان دخلوا فی الدین الا فی البلاد التی لا یمکن الاخذ "

کہ اس باب میں یہ حکم بیان کیا جائے گا۔ کہ جو لوگ البیان کو نہیں مانتے ان کے اموال چھین لئے جائیں۔ سوائے ایسے علاقوں کے جہاں یہ چھیننا ممکن نہ ہو۔ ہاں اگر بعد ازاں وہ بابیت میں داخل ہو جائیں۔ تو ان کے مال واپس دیئے جا سکتے ہیں۔

(۶) بابی شریعت کا ایک حکم یہ ہے کہ جو شخص ایک سو مثقال سونے کی قیمت کا مالک ہو اس پر فرض ہے کہ انیس مثقال سونا باب اور اس کے اٹھارہ مریدوں (حروف الحی) کو دے۔ اگر یہ مر چکے ہوں تو وہ سونا اُن کی اولاد کو دیا جائے۔ (واحد ۵ باب ۱۴)

نیز بابی قانون ہے کہ ہر چیز کا اعلیٰ جزو باب کے لئے، اور درمیانی اس کے خاص اصحاب کے لئے اور ادنیٰ درجہ عام مخلوق

کے لئے ہوگا۔ (واحد ۸ باب ۲)

(۷) باب نے لکھا ہے :-

"قد فرض علی کل ملک یبعث فی دین البیان ان لا یجعل احد[1] علی ارض ممن لم یدن بذلک الدین وکذلک فرض علی الناس کلھم اجمعون[1] الا من یتجر تجارۃ کلیۃ ینتفع بہ[1] الناس " (واحد ۷ باب ۶)

کہ ہر بابی بادشاہ کا فرض ہے کہ اپنے ملک میں کسی غیر بابی کو نہ رہنے دے۔ یہ امر تمام بابیوں پر بھی فرض ہے۔ ہاں ایسے شخص کو اجازت ہو سکتی ہے جو عام نفع کی تجارت کرتا ہے "

(۸) بابی شریعت کا ایک حکم یہ ہے کہ جو شخص باب یا اسکے بعد بابی موعود کو رنج پہنچائے اس کو قتل کر دینا عین فرض ہے۔ اس کے قتل کے لئے ہر ممکن حیلہ اختیار کرنا چاہیئے۔ (البیان واحد ۴ باب ۱۵)

(۹) باب نے حکم دیا تھا کہ بابی لوگ ہمیشہ کرسی یا چارپائی پر بیٹھا کریں۔ اس حکم کی حکمت باب نے یہ بتائی ہے کہ اس طرح ... انکی عمریں دراز ہونگی۔ کیونکہ کرسی وغیرہ پر بیٹھنے کا زمانہ عمر میں شمار

---

[1] ہم صحیح نقل کے ذمہ وار ہیں۔ اصل کتاب میں الفاظ کے غلط ہونے کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔ (ابو العطاء)

نہ ہوگا۔ باب کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"دوست میدارد خداوند کہ در حال اہلِ بیان را بر فوق سریر یا عرش یا کرسی نشیند کہ آں وقت از عمرِ او محسوب نے گردد" (واحد باب)

(۱۰) جناب باب لکھتے ہیں:۔

"الباب الثامن من الواحد التاسع فی حرمة الترياق والمسكرات والدواء مطلق"

یعنی بابی مذہب میں جس طرح نشہ آور اشیاء حرام ہیں اسی طرح تریاق اور ادویہ کا استعمال بھی حرام ہے۔

معزز حاضرین! ہم نے یہ دس احکام بابی شریعت میں سے بطور نمونہ ذکر کئے ہیں ورنہ یہ شریعت ساری کی ساری اسی نہج اور اسلوب پر مرتب کی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ باب کی یہ تعلیم ملک و قوم کے لئے تباہی کا پیغام ہے۔ بابی اور بہائی کہنے کو کہتے ہیں کہ باب کو حکومتِ ایران نے قتل کرکے بے انصافی کی ہے۔ مگر وہ اتنا تو سوچیں کہ جو شخص اپنے جاہل اور ان پڑھ عام مریدوں کو اس قسم کے احکام دیگا وہ ملک کے امن کے لئے شدید ترین خطرہ نہیں؟ بالخصوص جبکہ اس کی تعلیم کے نتیجہ میں ملک عملی طور پر فساد کا گہوارہ بن گیا ہو اور چاروں طرف خونریزی شروع ہو۔ ان دنوں حالات حکومتِ ایران اپنے اقدام میں معذور نظر آتی ہے۔

حضرات! ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ باب کے قتل کے بعد صبح ازل اور

بہاء اللہ نے علیحدہ علیحدہ شریعت مرتب کی ہے آیئے اب بہائیوں کی مزعومہ شریعت کا جائزہ لیں اور قرآن مجید کے مقابلہ میں اسے رکھیں۔

یاد رہے کہ تیرہ صدیاں گذریں کہ جب خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید کو اکمل شریعت، افصح کتاب اور ساری نسلِ انسانی کے لئے بہترین دستور العمل کے طور پر نازل فرمایا تھا۔ ساتھ ہی اپنے اس زندہ جاوید کلام کے متعلق اس قادرِ مطلق نے اعلان کر دیا کہ:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (الاسراء: ۸۸)

اگر سب انسان خورد و کلاں مشرقی و مغربی مل کر بھی اس کی نظیر بنانا چاہیں تو ہرگز نہ بنا سکیں گے۔"

اس تحدی اور چیلنج کی وجہ اگلی آیت میں یوں بیان فرمائی:۔

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

کہ ہم نے اس قرآن میں سب انسانوں کی تمام ضروریات کے لئے اعلیٰ تعلیمات بوضاحت ذکر کر دی ہیں۔ ایسی شریعت سے اعراض یا انکار محض کفرانِ نعمت ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔"

قرآن مجید کا چیلنج اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت، اسکے عدیم المثال

معارف، حقائق، جس کی لاثانی روحانی، اخلاقی، تمدنی اور سیاسی تعلیمات اس کے خوق العادت اثمات و قرات، غرض ہر پہلو سے ہر زمانہ میں لاجواب رہا ہے اور رہتی دنیا تک لاجواب رہے گا۔ وہ ایک زندہ قانون اور ہمہ گیر شریعت ہے۔

قرآن مجید کے چیلنج کو باطل ثابت کرنے کے لئے ہر زمانہ میں ناکام کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر بہاء اللہ تک لوگ اپنے اپنے وقت میں خدا کے چاند پر تھوکنے کا ارادہ کرتے رہے ہیں۔ اور آفتاب قرآنی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی سعی کرنا ان کا طریق رہا ہے۔ مگر خدا کا یہ آفتاب ہمیشہ روشن رہا اور روشن رہے گا۔ اور اس کے دشمن ناکام و نامراد مرتے رہے اور مرتے رہیں گے یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

جناب بہاء اللہ کی خودساختہ شریعت جسے انہوں نے اور ان کے اتباع نے بیجا طور پر "اقدس" کا نام دے رکھا ہے۔ ہم نے پوری کی پوری اپنی کتاب "بہائی تحریک[1] پر تبصرہ" کی فصل چہارم میں شائع کر دی ہے۔ ساتھ ہی اس کا سلیس اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ احباب ساری بہائی شریعت وہاں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ ہم نے سہولت کے لئے اس اقدس کی آیات کو نمبروں کے ساتھ تقسیم کر دیا ہے۔ جناب بہاء اللہ نے اسے عربی زبان میں مرتب کیا ہے اور بہائی مصنف محمد علی الیاس

---

[1] یہ کتاب نئے انداز میں "بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ" کے نام سے دوبارہ شائع ہو رہی ہے اور مکتبہ الفرقان ربوہ سے دو روپے میں [illegible] سکتی ہے۔

کے قول کے مطابق "ارادان یجعل کتابہ مجمعًا منا فسًا للقرآن الشریف" بہاء اللہ کی نیت یہ تھی کہ قرآن مجید کے مقابلہ پر اس کتاب کو لکھے۔ اس "اقدس" کی عربی عبارت نہایت پھسپھسی ہے۔ اور متعدد مقامات پر بالکل غلط ہے۔ اگرچہ جناب بہاء اللہ نے قرآن مجید کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ نقل اتارنے میں بھی سراسر ناکام رہے ہیں۔ جہاں بھی انہوں نے الفاظ میں تبدیلی کی ہے وہاں ہی ان کی ژولیدگی عریاں ہو گئی ہے۔ بطور نمونہ چند عبارتیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) "انہ کان علی کل شیٔ حکیمًا" (۱۴)

(۲) "قل یاقوم ان لن تؤمنوا بہ لاتعترضوا علیہ" (۳۰۵)

(۳) "کذلک سمی لدی العرش ان انتم من العارفین" (۲۴۷)

(۴) "ان فی ذٰلک لحکم ومصالح" (۲۴۱)

(۵) "انہ کان علی ما اقول علیمًا" (۱۵۳)

اس قسم کی سقیم تراکیب "اقدس" میں بکثرت ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے جو عربی قرآن مجید کے مقابل لکھی تھی۔ جناب بہاء اللہ کی عربی سے تو وہ بھی بدرجہا اچھی تھی۔ فصحاءِ عرب کی عربی سے تو جناب بہاء اللہ کی عربی کو کچھ نسبت ہی نہیں۔ زبان کے علاوہ حقائق و معارف اور اخلاقی و روحانی تعلیمات وغیرہ کے لحاظ سے بھی اس مجموعہ کو قرآن پاک کے سامنے رکھنا انسانی عقل و فہم کی توہین ہے۔

معزز سامعین! ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ "اقدس" کو قرآن مجید سے

کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہماری یہ رائے مبالغہ یا خوش اعتقادی پر مبنی نہیں۔ بلکہ ٹھوس تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ بہاء اللہ کے بیٹے بھی اِس حقیقت سے آگاہ تھے۔ اور وہ اپنے عمل سے اس کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مرزا محمد علی وغیرہ کے متعلق بہائی تاریخ میں لکھا ہے:-

"درمیان سائر ملل چنین شہرت دادند کہ پدرِ ما داعیۂ بالاستقلال اظہار نفرمودہ و تشریع شریعتے ننمودہ بلکہ یکے از اولیاء و اقطاب بودہ و متابعت شرع اسلام بودہ۔ امّا برادرِ ما عبّاس افندی فتحِ تازہ پیش گرفتہ و شرعے جدید تاسیس نمودہ"

(الکواکب فارسی جلد ۲ ص۱۳)

"ترجمہ۔ فرزندانِ بہاء اللہ (مرزا محمد علی وغیرہ) نے سب اہلِ مذاہب کے اندر مشہور کر دیا ہے کہ ہمارے باپ نے مستقل مدّعی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اس نے نئی شریعت بنائی ہے بلکہ وہ تو اولیاء اور اقطاب میں سے تھا۔ وہ ہمیشہ اسلامی شریعت کی پیروی کرتا رہا۔ مگر ہمارے بھائی عباس افندی نے نیا ڈھونگ رچا دیا ہے اور شریعت جدیدہ کی بنیاد رکھدی ہے"

اس سے ثابت ہے کہ عباس افندی کے علاوہ باقی سب بیٹے بہاء اللہ کو شریعتِ اسلامی کا تابع ظاہر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ انہوں نے کوئی نئی شریعت نہیں بنائی۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ ان کے نزدیک "اقدس" اس قابل نہ تھی کہ اسے قرآن مجید کے مقابل پر رکھا جا سکے۔ مجھے یاد ہے کہ جب مَیں اپنے دورانِ قیام

فلسطین میں اخویم السید محی الدین الحصنی اور السید رشدی افندی کی معیت میں بہجہ میں جناب مرزا محمد علی صاحب سے ملا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ مَیں تو اسلام کے مطابق پانچ ہی نمازیں پڑھا کرتا ہوں۔

باقی رہے جناب عبد البہاء عباس افندی سو انہوں نے ۱۳۳۰ھ ہجری میں یہ حکم دیکر کہ "اقدس" کی اشاعت جائز نہیں (جواب نامہ جمعیت لاہای ص۳۰) بتا دیا کہ ان کا دل بھی مانتا ہے کہ یہ مجموعہ اس قابل نہیں کہ اسے قرآنِ پاک کے مقابل رکھا جا سکے۔

حضرات! بہائی شریعت تین حصّوں پر منقسم ہے۔ اوّل وہ امور جن کا تعلق ابتدائی تہذیب سے ہے اور جن پر دُنیا کا ہر سمجھدار انسان پیشتر ازیں ہی عمل کر رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ ناخن اُتارنے چاہئیں یا کرسی و چارپائی پر بیٹھنے سے آرام حاصل ہوتا ہے۔ نہانا چاہیئے۔ کپڑے صاف ہونے چاہئیں وغیرہ اس قسم کے امور کی تفصیلات میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس پہلو سے بھی بہائی شریعت ناقص ہے۔ اور جو جدّت بھی اس لحاظ سے اختیار کی گئی ہے ناپسندیدہ اور بھونڈی ہے۔ اس مجموعۂ شریعت اقدس پر مجموعی نظر ڈالنے والا ہر انسان اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

دوم۔ وہ باتیں جو جناب بہاء اللہ نے لفظاً اور معناً قرآن مجید سے نقل کی ہیں۔ ان میں بہاء اللہ نے اپنی عقل سے جو ترمیم یا تبدیلی کی ہے اس نے ان باتوں کی شکل مسخ کر دی ہے ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ

بہاء اللہ نے صفاتِ باری تعالیٰ کو بے موقع اور بے محل استعمال کیا ہے۔ مضمونِ کلام اور مذکورہ صفتِ الٰہی میں بسا اوقات کوئی تناسب موجود نہیں جس کا اندازہ ہر صاحبِ ذوق انسان خود کر سکتا ہے۔ عبارتیں صاف بتلا رہی ہیں کہ محض قرآن مجید سے اختلاف کی خاطر ان میں تبدیلی کی گئی ہے۔

سوم۔ تیسرا حصہ وہ ہے جو خالص طور پر بہائی شریعت کا امتیازی حصہ ہے اس میں صرف چند احکام شامل ہیں۔

ہر سہ حصص میں پھر ایک رنگ بہائیت کا موجود ہے اس لئے میرے نزدیک بہائی شریعت کے موازنہ کا بہترین طریق یہ ہے کہ ذیل میں ہم بہائی شریعت کی ان خصوصیات کو ذکر کر دیں جو ان تینوں اقسام سے متعلق ہیں۔ ان پر سرسری نظر سے ہی اس خود ساختہ شریعت کا حُسن و قبح پرکھا جا سکتا ہے۔

اس جگہ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ ابھی تک بہائیوں کی شریعت جاری نہیں، ان کا بیت العدل قائم نہیں ہے۔ سو سال کے قریب گذر چکا ہے۔ ابھی نامعلوم کب تک یہ شریعت بہائیوں کی طرف سے شائع نہ ہوگی۔ بتایا جائے کہ اس عرصہ میں کونسی شریعت پر عمل ہے؟

(۱) پہلی خصوصیت بہائی شریعت کے مطابق امورِ سیاسیہ سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ لہذا سیاست یا تدبیرِ مُلکی کے متعلق بہائی شریعت کوئی قانون بیان نہیں کرتی۔ بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔

"تاللہ لا نرید ان نتصرّف فی ممالککم بل جئنا لتصرّف القلوب۔" (اقدس ص۱۳۱)

عبدالبہاء اس کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:۔

"دین ابدًا در امورِ سیاسی علاقہ و مدخلے ندارد زیرا دین تعلّق بارواح و وجدان دارد۔" (خطابات جلد ۱ ص۱۶۷)

کہ دین کا سیاسی امور میں قطعًا دخل نہیں دین کا صرف رُوح اور وجدان سے واسطہ ہے۔"

گویا بہائی شریعت اصولِ حکمرانی اور قانونِ سیاست و تدبیرِ مملکت کے قواعد سے سراسر عاری ہے۔ کیا کامل دین کی یہی شان ہُوا کرتی ہے؟ اس کے مقابل پر قرآن مجید مُلکی سیاست اور قانونِ حکمرانی کے واضح اصول بیان کرتا ہے۔

(۲) دُوسری خصُوصیت بہائی شریعت میں سب چیزوں کو پاک قرار دیدیا گیا ہے (ملاحظہ ہو اقدس ص۱۶۱-۱۶۲) اسلئے بہائی شریعت میں سؤر کی حُرمت کی تصریح نہیں ہے۔ علی محمد باب نے تمباکو نوشی کو حرام قرار دیا تھا (الرسالۃ التسع عشریہ ص۱۰) مگر بہاء اللہ نے خود تمباکو نوشی کی ہے۔ غرض بہاء اللہ نے تذکرۃ الصدر اصل کی بناء پر بہائی شریعت کا حلّت و حُرمت ماکولات میں بھی کوئی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ جناب عبدالبہاء کے بیان سے اس کی تصریح ہو گئی ہے۔ لکھا ہے:

"دوستانِ غرب عرض کردند در خصوص غذا با حیّاءِ امریکہ دستور العمل عنایت شود۔ فرمودند ما مداخلہ در طعامِ جسمانی آنہا نکنیم، مداخلۂ ما در طعام رُوحانی است۔"

ترجمہ:۔ مغربی دوستوں نے عرض کیا کہ امریکہ کے بہائیوں کو
غذا کے بارے میں دستور العمل عنایت فرمایا جائے عبد البہاء
نے کہا کہ جسمانی کھانے میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ جو چاہو کھاؤ ہم
صرف روحانی غذا میں مداخلت کرتے ہیں"

قرآن پاک فرماتا ہے:۔ "یَآ اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا" (المؤمنون) اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ غذا کا اثر انسان کے اعمال پر پڑتا ہے اور طبی طور پر بھی یہی ثابت ہے مگر بہائی شریعت کہتی ہے کہ طعامِ جسمانی پر کوئی پابندی نہیں۔ یا للعجب!

(۳) تیسری خصوصیت بہائی شریعت میں منی کے پانی کو پاک قرار دیا گیا ہے (اقدس ۱۵۰) گویا اب نہ میاں بیوی پر غسل فرض ہے اور نہ اس سے وضوء ٹوٹے گا۔ اور نہ کپڑوں کو منی کے قطرات سے پاک کرنا ضروری ہے۔ بہائی شریعت کا یہ عجیب و غریب حکم انسانی عقل کے سراسر مخالف ہے۔

(۴) چوتھی خصوصیت زیب و زینت کے متعلق بہائی شریعت میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ریشم پہن سکتے ہیں (اقدس ۲۲) لباس کے بارے میں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ (۲۲۲) داڑھی رکھنے، ترشوانے یا کٹوانے کے متعلق سب قیود سے آزاد کیا گیا ہے (۲۲۳) البتہ سر منڈوانے کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں۔

کیونکہ سر کے بال زینت ہیں (۱۰۱) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی اجازت ہے (۱۰۳) لیکن یہ اجازت نہیں ہے کہ گھر کی زینت کے لئے مکان میں فوٹو رکھ لئے جائیں۔ (۱۱۰)

ریشم و سونے کے استعمال کی مردوں کو تلقین، اور فوٹوؤں کے محض بطور زینت رکھنے سے اجتناب کا حکم کس حکمت کی بناء پر ہے؟ سر کے لمبے بالوں کو موجبِ زینت قرار دینا اور داڑھی کے متعلق کچھ تصریح نہ کرنا کیوں ہے؟ اس سے ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ انسانی فطرت کا لحاظ کئے بغیر جو ان کے دل میں آتا تھا اُسے شریعت کے نام سے اپنی کتاب میں درج کر دیا کرتے تھے۔

(۵) پانچویں خصوصیت نظافت اور صفائی کے لحاظ سے ایک طرف تو یہ حکم دیا کہ عطرِ خاص اور عرقِ گلاب چھڑکا کرو اور دوسری طرف یہ کہا ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ سارے بدن کا غسل کیا کرو۔ (۲۲۸) اور موسم سرما میں تین دنوں میں صرف ایک دفعہ اور موسم گرما میں ہر روز صرف ایک مرتبہ پاؤں دھونے کا حکم ہے (۲۳۰)

کجا اسلام کا روزانہ ہر نماز کے لئے وضوء کا حکم اور کجا بہائی شریعت کا یہ عجیب قاعدہ۔ جُنبی انسان کو غسل سے مستثنیٰ کر کے یہ احکام دینا اور ان میں کوئی توازن ملحوظ نہ رکھنا کس قدر بعید از عقل ہے۔ بھلا اتنا تو سوچئے کہ ایک دفعہ ہفتہ میں نہانے یا نہ نہانے کی پابندی کی ضرورت کیا تھی؟

(۶) چھٹی خصوصیت بہائی شریعت میں صرف باپ کی بیویوں سے نکاح کرنا حرام لکھا ہے باقی کسی عورت سے نکاح کی حُرمت کا ذکر موجود نہیں۔ "اقدس" میں لکھا ہے:۔

"قد حرّم علیکم ازواج آبائکم انا نستحی ان نذکر حکم الغلمان" (ص۲۳۵)

کہ تم پر اپنے باپوں کی بیویاں حرام کی گئی ہیں۔ ہمیں شرم آتی ہے کہ لڑکوں کے بارے میں حکم کا ذکر کریں۔

بہائی شریعت محرمات وغیرہ کے ذکر کے اعتبار سے انسانی دماغ کی بے بسی کی مُنہ بولتی تصویر ہے۔ کیا اس طریق سے بہاء اللہ نے ایران کے بعض ان پُرانے فرقوں کی تعلیم کا احیاء تو نہیں کیا جو لڑکی اور بہن تک سے تعلقات زوجیت کے قائل تھے؟ حکم الغلمان کے عدم ذکر کا بھی عجیب عذر بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اپنی دیگر تعلیمات کی طرح محرماتِ نکاح کے بیان کرنے میں بھی ہر طرح سے جامع اور مکمل ہے۔

(۷) ساتویں خصوصیت جناب بہاء اللہ نے حکم دیا ہے۔ "ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنتین" (ص۱۳۰)

کہ دو۲ بیویوں سے زیادہ نکاح میں مت لاؤ۔ اس میں جناب بہاء اللہ نے دو۲ بیویوں تک بغیر کسی قید و شرط کے اجازت دی ہے۔ (خود جناب بہاء اللہ کی تین۳ بیویاں تھیں، جیسا کہ ہم "تحریک بہائیت کی تاریخ" والے مقالہ میں بتا چکے ہیں) جناب عبد البہاء نے مغربی ممالک میں جا کر بہائیت

کی تعلیم یوں بیان کی ہے کہ صرف ایک بیوی کی اجازت ہے۔ اسی بناء پر "عصر جدید" عربی میں لکھا ہے:۔

"ان البہائیۃ تنہی عن تعدد الزوجات"

کہ بہائیت تعدد ازواج کو منع قرار دیتی ہے۔

بہائی مؤرخ لکھتا ہے:۔

"باید دانست کہ تعدد زوجات در امر بہائی مطلوب نیست۔ واگرچہ تا دو ازدواج برائے ہر مردے در کتاب اقدس تجویز شدہ ولے مقید بعدالت است وحضرت عبد البہاء کہ مبین کتاب است فرمودہ کہ چوں عدالتِ مرد نسبت بدو زوجہ امرِ محال است لہذا اولیٰ قناعت بر واحدہ است"

ترجمہ:۔ جاننا چاہیئے کہ بہائی ازم میں تعدد زوجات مطلوب نہیں۔ اگرچہ کتاب اقدس میں ہر مرد کے لئے دو بیویوں تک کی اجازت ہے مگر وہ عدل کے ساتھ مقید ہے اور عبد البہاء نے جو کتاب کی تفسیر کرنے والے ہیں۔ کہا ہے کہ چونکہ مرد کا دو بیویوں میں عدل کر سکنا محال ہے اسلئے ایک بیوی پر ہی قناعت کرنا درست ہے۔"

اس بیان میں مرزا عبد الحسین صاحب نے یہ صریح غلط بیانی کی ہے کہ اقدس میں دو۲ بیویوں کی اجازت عدل کی شرط سے مشروط ہے۔ اقدس کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں کہیں یہ شرط موجود نہیں۔

جناب عبد البہاء افندی نے یہ کہکر کہ عدالتِ مرد نسبت بدو زوجہ

امرِ محال است" ثابت کر دیا کہ اگر جناب بہاء اللہ نے عدل کی قید لگائی
ہے تو بقول عبدالبہاء انھوں نے بے معنی بات کی ہے کیونکہ عدل کا تو
امکان ہی نہیں تھا اور نہ ہے۔

اندریں حالات ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ بہائی شریعت موم کی
ناک ہے جسے جناب عبدالبہاء اور ان کے ساتھی زمانہ کی روش کے مطابق
بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات بہائی ازم کی خصوصیت ہے
کہ جناب بہاء اللہ کے قوانین کو توڑنے کے لئے ان کا بیٹا کھڑا ہوا ہے
اور اس نے برملا اُن کے بنائے ہوئے قاعدوں کو رد کیا ہے۔

قرآن مجید نے عدل کی شرط اور پابندی کے ساتھ تعدد زوجات (چار
تک) کی اجازت دی ہے اور اس کی حکمت یوں بیان فرمائی ہے۔ جناب
بہاء اللہ نے محض قرآن مجید سے اختلاف کی خاطر "فَانْكِحُوا مَا طَابَ
لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" کے خلاف "ایاکم
ان تجاوزوا عن الاثنتین" کہہ دیا تھا جسے ان کے بیٹے نے تبدیل
کر دیا۔

(۸) آٹھویں خصوصیت | بہائی شریعت میں عفت و عصمت کی حفاظت
کے لئے کوئی معقول قواعد موجود نہیں ہیں۔
بلکہ برعکس ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ نے
انسانیت اور شرافت کے اس سب سے قیمتی موتی کے ساتھ تلاعب اختیار
کیا ہے۔ بابیت اور بہائیت عورتوں کے غیر محرم مردوں سے پردہ کی

قائل نہیں۔ (عصر جدید عربی ص۱۵۱)

قرۃ العین نے خراسان میں جس بے پردگی کا آغاز کیا تھا وہ بابی و
بہائی عورتوں کا طغرائے امتیاز ہے۔ جس طرح قرآن حکیم نے مومنوں
اور مومنات کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر محرموں کے دیکھنے سے آنکھیں نیچی رکھیں
ایسا کوئی حکم بہائی شریعت میں پایا نہیں جاتا۔ جناب باب نے حکم دیا تھا کہ
صرف نوجوان لڑکے اور لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہو جانا چاہیئے۔ جناب
بہاء اللہ نے اس میں اتنی ترمیم کی ہے کہ جب پہلے لڑکا اور لڑکی آزادانہ طور
پر رضامند ہو جائیں۔ تو پھر بعد ازاں نکاح ماں باپ کی اجازت پر موقوف
ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ترمیم سے عملاً آزادی تو بات وہی رہی۔ صرف
ماں باپ کی پوزیشن کو نازک بنا دیا گیا ہے کیونکہ اگر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی
کے بعد وہ اجازت نہ دینا چاہیں تو اَور مصیبت پڑے گی۔ علاوہ ازیں جناب
بہاء اللہ نے اس جگہ ایک اور حکم دیا ہے۔ نکاح کے بیان پر لکھتے ہیں:-

"ومن اتخذ بکرًا لخدمته لا باس علیه" (ص۱۱)
کہ جو کوئی کنواری لڑکی کو اپنی خدمت کے لئے رکھ لے اس
پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

اس حکم کے اپنے موقع کے لحاظ سے تو معنے بالکل واضح ہیں۔ ان کے تحت
بہائیت کی تعلیم خطرناک طور پر عملی لزوم ٹھہرتا ہے۔ اگر اس کی یہ توجیہ
تسلیم کر لی جائے کہ یہ صرف خاص طور پر کنواری لڑکیوں کو نوکر رکھنے کا حکم
ہے تب بھی بہائی شریعت کا معیارِ عفت عیاں ہے اور یہ حکم سخت معیوب

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب بہاء اللہ نے زنا ایسے سنگین جرم کی سزا صرف یہ تجویز کی ہے کہ زانی ۹ مثقال سونا بیت العدل کو دیت کے طور پر ادا کرے۔ لطیفہ یہ کہ آج تک بہائیوں کا وہ بیت العدل قائم ہی نہیں ہوا جہاں زنا کے بدلہ روپیہ جمع کرانا لازم قرار دیا گیا ہے۔ گویا عملی طور پر آج تک ایک دن بھی بہائی شریعت نے زنا کی سزا نہیں دی۔ خواہ وہ روپوں کی صورت میں ہی ہو۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ بہاء اللہ نے قتل خطاء کیلئے تو پورے ایک سو مثقال سونا دیت مقرر کی ہے۔ (ص۲۰۵) مگر زنا کے لئے صرف ۹ مثقال۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ باب نے لکھا تھا۔

"ومن یحزن احدا فلہ ان ینفق تسعۃ عشر مثقالا من الذہب" (اقدس ص۳۱۶)

جو شخص کسی دوسرے کو کسی قسم کا رنج پہنچائے تو اس پر فرض ہے کہ انیس ۱۹ مثقال سونا خرچ کرے"

افسوس! جناب بہاء اللہ کے نزدیک زنا ایسی بے حیائی کی اتنی سزا بھی نہیں جتنی جناب باب کے نزدیک کسی کو معمولی رنج پہنچانے کی ہے۔

خود جناب بہاء اللہ نے کسی کا گھر جلانے والے کی یہ سزا تجویز کی ہے کہ اس شخص کو جلا دیا جائے۔ (اقدس ص۱۲۵) حالانکہ پرانے دیہاتی گھر ایک سو روپے کے لگ بھگ بن جاتے ہیں۔ تو گویا جناب بہاء اللہ کے نزدیک اس گھر کو جلانے والا تو اس بات کا مستحق ہے کہ اسے جلا دیا جائے لیکن زنا کار کو

صرف یہی سزا ہے کہ ۹ مثقال سونا بیت العدل کو ادا کرے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ موہوم بیت العدل ابھی تک معرض وجود میں نہیں آیا۔ اس موازنہ سے عیاں ہے کہ قرآن کریم اور اسلام نے انسان کے گوہر عصمت کی بے نظیر حفاظت کی ہے۔ اس کے بالمقابل بہائی شریعت میں نہ صرف عفت و عصمت کی حفاظت کا انتظام نہیں بلکہ اس کے برعکس ایسے قواعد موجود ہیں جن سے بے حیائی پھیلتی ہے۔ کیا یہ کتاب اسلام کی مطہر شریعت کے سامنے پیش کی جا سکتی ہے؟

(۹) نویں خصوصیت

جناب بہاء اللہ نے جناب باب کی تقلید میں یہ قانون بنایا کہ سال کے انیس ۱۹ مہینے ہونگے اور ہر مہینے کے انیس ۱۹ دن۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ ۱۲ مہینے قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

(سورۃ توبہ: ۳۶)

جناب بہاء اللہ نے محض اس کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ان عدۃ الشہور تسعۃ عشر شہرا فی کتاب اللہ" (اقدس ص۲۶۹)

الفاظ میں نقل کے باوجود بارہ مہینوں کے بجائے انیس مہینے محض عداوت اسلام کے باعث تجویز کئے گئے ہیں۔ ورنہ اس کی کوئی معقول

وجہ نہیں ہے۔ انیس کی یہ تقسیم غیر طبعی ہے نہ شمسی حساب کے مطابق ہے نہ قمری حساب کے مطابق چنانچہ انیس دن کا مہینہ بنا کر جو پانچ دن بچ گئے انہیں جناب بہاء اللہ نے سال اور مہینوں کے حساب سے ہی خارج کر دیا ہے۔ لکھا ہے :۔

" ماتحددت بحدود السنة والشہور "

(اقدس ۳۱)

کہ یہ دن سال اور مہینوں میں شمار نہیں ہوں گے "

قرآن مجید نے بارہ مہینوں کے قانون الدین القیم قرار دیا ہے اسے فطرت کے مطابق ٹھہرایا ہے مگر جناب بہاء نے محض قرآن کریم کی مخالفت میں بارہ (۱۲) کی بجائے انیس (۱۹) مہینے تجویز کر دیئے ہیں۔

(۱۰) دسویں خصوصیت جناب بہاء اللہ نے اپنی شریعت میں ان غلطیوں کی اصلاح کی کوشش کی ہے جو ان کے زعم میں جناب باب سے سرزد ہو گئی تھیں۔ حالانکہ دوسری جگہ وہ خود اپنے آپ کو "منزل البیان" یعنی بیان کو نازل کرنے والا قرار دیتے ہیں (مجموعہ اقدس ص۹) ان غلطیوں میں سے چار بطور مثال ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) باب نے بیان میں یہ حکم دیا تھا کہ البیان کے علاوہ باقی سب کتب کو مٹا دیا جائے۔ بہائیوں کے نزدیک باب کا یہ حکم دنیا میں اختلاف و خصومت کی پہلی بنیاد ہے۔ (المناظرات ص۱۲۷) چنانچہ جناب بہاء اللہ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور لکھا قد عفا اللہ عنکم

ما نزل فی البیان من محو الکتب (اقدس ص۲۷) کہ خدا نے بیان کے محو الکتب والے حکم سے درگزر فرما دیا ہے۔

(۲) جناب باب نے لکھا تھا کہ اگر کوئی کسی کو رنج پہنچائے تو اسے چاہیئے کہ انیس مثقال سونا خرچ کرے جناب بہاء اللہ نے لکھا ہے :۔

" انہ قد عفا ذلک عنکم فی ھذا الظہور "

(اقدس ص۳۱۷)

کہ میرے وقت میں خدا نے اپنے اس حکم کو معاف کر دیا ہے "

(۳) جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں :۔

" حرم علیکم السؤال فی البیان عفا اللہ عن ذلک " (اقدس ص۲۷)

کہ بیان میں کوئی بات دریافت کرنا حرام قرار دیا گیا ہے مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو بدل دیا ہے "

(۴) اس سلسلہ میں ایک اور دلچسپ مثال جناب بہاء اللہ کے الفاظ میں یہ ہے لکھتے ہیں :۔

" قد کتب اللہ علی کل نفس ان یحضر لدی العرش بما عندہ مما لا عدل لہ انا عفونا عن ذلک فضلاً من لدنا " (اقدس ص۲۵)

کہ اللہ نے تو یہ فرض کیا ہے کہ ہر جان بارگاہ میں اپنی بہترین چیز لے کر حاضر ہو مگر ہم نے بطور فضل اس حکم سے عفو کر دیا ہے "

گویا خدا فرض کرتا ہے اور جناب بہاء اللہ عفو کرتے ہیں۔

یہ چاروں نمونے بہائی شریعت کی ایک خاص خصوصیت ہیں جن میں جناب بہاء اللہ نے بزعم خود اپنی چند سال قبل نازل کردہ شریعت یعنی البیان کے احکام کو غلط قرار دے کر بدل دیا ہے۔ اہل علم اس قسم کی امثلہ سے خدائی قانون کے مقابل انسانی دماغ کی بے بضاعتی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۱۱) گیارھویں خصوصیت جناب بہاء اللہ نے جو تعزیرات یعنی سزائیں ایجاد کی ہیں۔ ان میں سے زنا کی سزا نو مثقال سونے کا ذکر ہو چکا ہے۔ کسی کا گھر جلانے والے کی دو سزائیں آپ نے تجویز کی ہیں۔ یعنی یا تو اسے زندہ جلا دیا جائے۔ یا حبس دوام کی سزا دی جائے (اقدس ص۱۲۹)

چور کی سزا جناب بہاء اللہ نے ان الفاظ میں ذکر کی ہے:۔

"قد کتب علی السارق النفی والحبس و فی الثالث فاجعلوا فی جبینہ علامۃ یعرف بہا"

(اقدس ص۱۰۳)

کہ اسے پہلی چوری پر جلاوطن کیا جائے دوسری مرتبہ چوری کرنے پر جیل بھیجا جائے۔ تیسرے موقع پر اس کے ماتھے پر داغ دیا جائے جس سے وہ ہر جگہ شناخت کیا جا سکے۔

زخموں اور ضرب کے متعلق تو اور بھی دلچسپ تعزیر کا ذکر کیا گیا ہے لکھا ہے کہ زخموں اور مار کی مقدار کے مطابق ان کے مختلف احکام

ہیں۔ خدائے حاکم و عزیز و منیع نے ہر زخم کے لئے علیحدہ دیت مقرر کی ہے۔ لو نشاء لنفصلہا بالحق۔ اگر ہم چاہیں گے تو ان کی تفصیل بیان کر دیں گے۔ (اقدس ص۱۲۲) جناب بہاء اللہ کا یہ وعدہ کبھی شرمندۂ ایفاء نہیں ہوا۔ انہوں نے کبھی یہ تفصیل بیان نہیں کی۔

اس سے ظاہر ہے کہ بہائی تعزیرات نامکمل ہیں۔ ان کی تکمیل کے وعدے ابھی پورے نہیں ہوئے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شریعت نازل کرتے وقت "لو نشاء لنفصلہا بالحق" کہنے کا کیا موقع تھا کیا یہ معلوم نہ تھا کہ جب ضرب و زخموں کی سزائیں ضروری ہیں تو ان کو بیان کرنا لازمی ہے۔

(۱۲) بارھویں خصوصیت جناب بہاء اللہ نے احکام کے بیشتر حصے کو بیت العدل سے وابستہ رکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ لاوارثوں وغیرہ کے اموال بیت العدل میں آئیں۔ (اقدس ص۵۳ و ص۵۴) بیت العدل کو جناب بہاء اللہ نے غرباء و مساکین کی تربیت کا ذمہ دار قرار دیا ہے (ص۵۴) دیتوں کا نصف بیت العدل کا حق بنایا ہے۔ (ص۱۱۳) زنا کی دیت بیت العدل میں ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ (ص۱۱۳)

واقعہ یہ ہے کہ آج تک بہائیوں کا بیت العدل قائم نہیں ہوا۔ اسی مجلس میں گزشتہ کے بہائیوں کے سیکرٹری صاحب اگلے دن اقرار کر چکے ہیں کہ ابھی تک بیت العدل قائم نہیں ہوا۔

جناب عبدالبہاء افندی لکھتے ہیں:-

"حال چون تشکیل بیت عدل عمومی میسّر نہ قرار شد کہ محافل روحانی امریکا را در مدت ہر پنج سال تجدید انتخاب نمایند"

کہ چونکہ ابھی تک بیت العدل کا قیام میسّر نہیں اسلئے امریکہ کی انجمنیں ہر پانچ سال میں اپنا انتخاب کر لیا کریں۔"

جو لوگ نفوذِ شریعت کو دلیلِ صداقت کہا کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ جناب بہاء اللہ کی اساسی ایجاد بھی معرضِ وجود میں نہیں آئی۔ حالانکہ یہ کوئی مشکل امر نہ تھا۔ بہائیوں کی تازہ کتاب "بہائی کمیونٹی" میں لکھا ہے:-

"بیت العدل کو نہایت ہی لازمی ادارہ اگر نکال دیا جائے تو حضرت عبدالبہاء کی وصایا مبارکہ کا یہ نظام اپنے عمل میں مفلوج ہو جائے گا۔ اور ان جگہوں کو پُر نہ کر سکے گا جو کتاب اقدس کے نازل کرنے والے نے جان بوجھ کر آئینی و انتظامی احکام کے مجموعہ میں چھوڑی ہیں۔" (بہائی کمیونٹی مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۷)

(۱۳) تیرھویں خصوصیت مذاہبِ عالم توحید کے قائم کرنے کیلئے آتے رہے ہیں۔ مگر بہائیت انسان پرستی اور قبر پرستی کی بنیاد پر شروع ہوئی ہے۔ جناب بہاء اللہ مدعیٔ الوہیت تھے جیسا کہ ہم اپنے سابقہ مقالہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ جناب بہاء اللہ نے بہائیوں کے قبلہ کے متعلق یہ حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں میری طرف

منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔ جہاں میں مر جاؤں اُدھر ہی قبلہ ہوگا۔ اور جب میں مر جاؤں تو میری قرارگاہ یعنی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔
(اقدس ص ۱۴-۱۵ و ص ۷۹۴)

اس قانون سے ظاہر ہے کہ جناب بہاء اللہ خود نماز نہیں پڑھا کرتے تھے کیونکہ وہ تو خود قبلہ تھے۔ خواہ زندہ ہوں خواہ فوت شدہ۔ اگر وہ نماز پڑھیں تو کس طرف منہ کر کے پڑھیں گے؟

بہائی جناب بہاء اللہ کی زندگی میں ان کی طرف اور اب ان کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"قبلۂ ما اہلِ بہاء روضۂ مبارکہ است در مدینہ عکّا"
کہ ہم بہائیوں کا قبلہ عکّا میں بہاء اللہ کی قبر ہے۔"
(دروس الدیانۃ صفحہ ۲۴)

بہائی لوگ جناب بہاء اللہ کی قبر کو (جو بہجہ میں عکّا سے کچھ فاصلہ پر ہے) سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے خود بہائیوں کو اس جگہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ مرزا حیدر علی صاحب بہائی لکھتے ہیں:-

"زائرین زیارت و طواف و تقبیل و سجدۂ عتبہ مقدسہ اش نمودہ و نمائندہ اند" (بہجۃ الصدور صفحہ ۲۵۸)

پس بہائی شریعت قبر پرستی اور مردم پرستی کی تلقین کرتی ہے اور بہائیت انسان کو ترقی کی بجائے پرانے شرک کے گڑھے میں دھکیلتی ہے۔

(۱۴) چودھویں خصوصیت

جناب بہاء اللہ نے عبادات میں سے نماز کے متعلق جو تبدیلی کا حکم دیا ہے، وہ بھی بہائی تحریک کے مقصد پر روشنی ڈالتا ہے۔ جناب بہاء اللہ نے زوال، صبح اور شام کے وقت نو رکعتوں کا پڑھنا فرض کیا ہے (صـ۱۱) پھر کہا ہے۔ قد فصّلنا الصلوٰۃ فی ورقۃ اخریٰ۔ (اقدس صـ۱۱) کہ ہم نے نماز کی تفصیل دوسرے کاغذ میں کی ہے۔ ابھی تک نماز کی تعیین یعنی اس کے نو رکعات ہونے یا نہ ہونے میں بھی بہائیوں میں اختلاف ہے۔ جناب بہاء اللہ نے محض اسلام کی مخالفت کیلئے صلوٰۃ کسوف خسوف کو منع کیا ہے (اقدس صـ۲۴) اور نماز جنازہ میں چھ تکبیریں مقرر کی ہیں۔ (صـ۲)

اسی سلسلہ میں جناب بہاء اللہ نے لکھا ہے:۔

> "کُتِبَ علیکم الصلوٰۃ فرادیٰ قد رفع حُکم الجماعۃ الّا فی صلوٰۃ المیّت" (اقدس صـ۲۹)
>
> کہ نماز ہمیشہ الگ الگ پڑھو، باجماعت نماز منسوخ کر دی گئی ہے بجز نماز جنازہ کے"

بہاء اللہ کا یہ حکم اس ذہنیت کا آئینہ دار ہے جو اس کی وضع کردہ شریعت کی محرک ہوئی ہے۔ کیا نماز باجماعت مضر ہے؟ اس کو منسوخ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اگر کہو کہ خلوت کی نماز زیادہ سوز والی ہوتی ہے تو کیا اسلام نے تہجد، سُنن اور نوافل کے علیحدہ علیحدہ ادا کرنے کا طریق بتا کر اس ضرورت

کو پورا نہ کر دیا تھا؟ بجز عداوتِ اسلام بہاء اللہ کے نماز باجماعت کو منسوخ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ دشمنی انسان کو اندھا کر دیتی ہے، بہائی کہتے ہیں کہ بہاء اللہ الفت و محبت پیدا کرنے آئے تھے۔ مگر وہ مساوات کے سب سے بڑے مظہر یعنی نماز باجماعت کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔

جناب بہاء اللہ نے نماز باجماعت کو منسوخ کر کے انسانی وحدت اور روحانی اتحاد کو تفرقہ سے بدل دیا ہے۔

نماز باجماعت کی منسوخی کا حکم بہاء اللہ نے دانستہ دیا ہے۔ یا نادانستہ بہرحال اس سے ان کی ذہنیت عریاں ہو جاتی ہے۔

جناب عبدالبہاء نے جناب بہاء اللہ کے اس حکم کی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے باجماعت نماز کو ترجیح دی ہے بلکہ اس کا حکم دیا ہے۔

(۱۵) پندرھویں خصوصیت

روزوں کے متعلق جناب بہاء اللہ نے یہ جدّت اختیار کی ہے۔ کہ قمری حساب کے بجائے جس سے رمضان ہر موسم میں آجاتا ہے شمسی حساب کے مطابق صرف انیس (۱۹) دن کے روزے مقرر کئے ہیں۔ جو ہمیشہ ایک ہی موسم میں آئیں گے۔ پھر دوسرا پہلو یہ اختیار کیا ہے۔ کہ مسافر اور مریض سے روزے ایسے معاف کر دیئے کہ انہیں تندرست اور مقیم ہو جانے پر بھی رکھنے کی ضرورت ہی نہیں (اقدس صـ۲۲) اور پھر روزہ کی نوعیت میں یہ جدّت بیان کی کہ صرف کھانے اور پینے سے

طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک رُکے رہو۔ (م ۲۵)
گویا سحر کے وقت اُٹھنے کی ضرورت نہیں۔ نیز میاں بیوی کے تعلقات سے پرہیز بہائی روزہ کی شرط نہیں۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ بہائی شریعت کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس میں نطفہ کے پانی کو پاک و مطہر قرار دیا گیا ہے اس لئے مرد و عورت کے تعلقات بہائی شریعت میں ناقضِ صوم نہیں ہیں۔

(۱۶) سولھویں خصوصیت

حج ایک اسلامی عبادت ہے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آلِ عمران: ۹۷) کہ البیت الحرام کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے جنہیں وہاں پہنچنے کی استطاعت ہو۔ بہاء اللہ نے جب قرآن مجید کی نقل اتارنی چاہی تو اس نے حج کے متعلق لکھا۔ قد حکم اللہ لمن استطاع منکم حج البیت دون النساء عفی اللہ عنھن۔ (اقدس ص۱۵) کہ اُسے جو طاقت رکھتا ہے۔ تم مردوں میں سے عورتوں کے بغیر، اللہ نے حکم دیا حج البیت کا۔ اللہ نے عورتوں کو معاف فرمایا ہے۔
معلوم نہیں کہ جب استطاعت کی شرط موجود تھی تو عورتوں کا استثنا کیوں کیا گیا۔ اور انہیں مطلقاً حج سے کیوں محروم رکھا گیا۔ کیا یہ مردوں اور عورتوں کی اسی مساوات کا نمونہ ہے جس پر بہائی لوگ فخر کیا کرتے ہیں؟

اس حکم میں جناب بہاء اللہ نے قرآن مجید کے الفاظ کی نقل کی ہے مگر ان کے نقرہ میں "حج البیت" سے اس گھر کا حج مراد نہیں جس کے حج کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ بہائیوں کے ان دو گھروں کا حج کیا جاتا ہے لکھا ہے:-

"و محلِ طواف و حج اہلِ بہاء یکے بیت نقطہ ولی در شیراز
است و ثانی ایں بیت جمالِ ابہٰی است کہ در بغداد است
و بالجملہ طوافِ ایں دو بیت منصوص کتاب است"

یعنی بہائیوں کے حج اور طواف کے لئے دو گھر مقرر ہیں۔ ایک باب کا گھر جو شیراز میں ہے اور دوسرا بہاء اللہ کا گھر جو بغداد میں ہے۔ گویا جس گھر کے حج کا حکم بہاء اللہ نے دیا ہے وہ بغداد میں ان کی رہائش گاہ تھا۔ اور شیراز میں باب کے رہنے کی جگہ تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ بہائی شریعت کے لکھنے والے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے گھروں اور اپنی قبروں کی پرستش کرائے۔ کہاں یہ مشرکانہ خیالات اور کہاں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا توحید کے قیام کے لئے والہانہ جذبہ کہ مرض الموت میں بھی حضور فداہ ابی و امی دُعا فرماتے ہیں "اَللّٰھُمَّ لا تجعل قبری وثنًا یُعبد" کہ اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بننے دینا جس کی لوگ عبادت کریں۔

(۱۷) سترھویں خصوصیت

زکوٰۃ کے بارے میں بھی بہاء اللہ نے حسبِ عادت ناموزون جدّت

اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب بہاء اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو سو مثقال سونے کا مالک ہو وہ انیس ۱۹ مثقال آسمان و زمین کے خالق خدا کو دے۔ اس جگہ "اللہ" فاطر السمٰوٰت والارض سے مراد خود بہاء اللہ ہی ہے۔ اس لئے اس حکم کو اسلامی شرعی زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں ایک دوسرے موقع پر بہاء اللہ نے لکھا ہے۔

"قد کتب علیکم تزکیۃ الاقوات وما دونها بالزکوٰۃ۔ هذا ما حکم به مُنزل الآیات۔ فی هذا الرقِّ المَنیع، سوف نفصّل لکم نصابها اذا شاء اللّٰه و اراد"

(اقدس ۱۱۳)

ترجمہ:۔ تم پر غلوں اور باقی سب چیزوں کی زکوٰۃ فرض ہے یہ اس نے حکم دیا ہے جس نے اس مضبوط چرڑے میں آیات نازل کی ہیں۔ عنقریب اگر خدا نے چاہا اور ارادہ کیا تو ہم زکوٰۃ کا نصاب بالتفصیل ذکر کریں گے"

جناب بہاء اللہ کا انتقال ہو گیا مگر انہوں نے زکوٰۃ الاقوات وغیرہا کے متعلق کوئی تفصیل بیان نہ کی۔ اس جگہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جناب بہاء اللہ نے اوقاف میں تصرف کا حق اپنی زندگی میں صرف اپنے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے بعد اپنے بیٹوں کے لئے قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اسے بیت العدل کا حق بتایا ہے۔ (دیکھو اقدس ۹۳)

گویا انہوں نے ان اموال کو خاندانی جائیداد کے طور پر بنایا ہے۔

زکوٰۃ ایک قومی مال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ افراد اپنے طور پر بھی نیک جذبات کے ماتحت غرباء کی امداد کیا کرتے ہیں۔ اسلام نے مانگنے کو تو ناپسند کیا ہے لیکن اگر کوئی محتاج مانگ لے تو اس وجہ سے اس کو دینا حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا ہے وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات) کہ مسلمانوں کے مالوں میں سائل اور نہ مانگنے والے سب کا حق ہے۔ مگر جناب بہاء اللہ نے جہاں اوقات پر اپنا اور اپنے خاندان کا تصرف جمایا ہے۔ وہاں محتاج کو دینا اس لئے حرام کر دیا ہے کہ اس نے مانگا کیوں تھا۔ لکھا ہے:۔

"ومن سئل حرم علیه العطاء"

(اقدس ۳۱۵)

کہ جس سے کوئی ضرورت مند مانگے اس پر دینا حرام ہے"

محتاجوں کی محرومی کا حکم دینے والا بہاء اللہ اپنے مریدوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ مُردوں کو بلّور اور قیمتی لکڑیوں میں نیز ریشمی کپڑوں میں دفن کرو۔ (اقدس ۲۷۶ و ۲۷۹)

ان احکام پر یکجائی نظر ڈالنے سے بہائی شریعت کی خصوصیات کا پتہ لگ جاتا ہے۔

(۱۸) اٹھارھویں خصوصیت بہاء اللہ نے شراب کی حرمت کا

ذکر نہیں کیا۔ سؤر کی حرمت کی تصریح نہیں کی۔ لیکن دو جگہ لکھا ہے کہ افیون کا پینا حرام ہے۔ (اقدس ۳۴۳ و ۲۹۰) نہایت اہم امور کے متعلق خاموشی اختیار کر کے ادنیٰ سی بات مثلاً یہ کہ منبر پر چڑھ کر آیات نہ پڑھا کرو بلکہ چارپائی وغیرہ پر کرسی رکھ کر پڑھا کرو۔ (۳۳۱) کا ذکر کرنا بہائی شریعت کی خصوصیت ہے۔ اونٹ کو نگل جانا اور مچھر کو چھاننا اسی کا نام ہے۔

(۱۹) انیسویں خصوصیت بہاء اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہر بہائی کا فرض ہے۔ کہ اپنے مکان کو خوب آراستہ و پیراستہ کرے۔ (۱۶۱) اور پھر دوسرا حکم یہ ہے۔ کہ انیس ۱۹ سال پورے ہو جانے پر گھر کا سب سامان تبدیل کرے۔ (۳۲۸) کیا بہائی اس پر عمل کرتے ہیں یا کریں گے؟

بہاء اللہ نے اس جگہ یہ نہیں بتایا کہ پرانے سامان کو کیا کیا جائے۔ ہاں انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ غالباً بہائی بھی اس کو معقول حکم قرار نہ دیں گے۔ اس لئے جھٹ کہہ دیا کہ اگر کوئی اپنا سامان تبدیل نہ کر سکے تو اللہ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ (۳۲۹)

مطلق حکم دے کر دوسرے ہی سانس میں اس پر خطِ تنسیخ کھینچنا بہاء اللہ کا ہی طریقِ عمل ہے۔

(۲۰) بیسویں خصوصیت شادی کے لئے بہاء اللہ نے مہر کی حد بندی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

شہر والوں کے لئے انیس ۱۹ مثقال خالص سونا اور دیہات والوں کے لئے انیس ۱۹ مثقال خالص چاندی مقرر ہے۔ اگر کوئی زیادہ کرنا چاہے تو پچانوے مثقال سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ (اقدس ۱۳۵)

شہر اور دیہات کی یہ تقسیم غیر معقول ہے۔ نیز یہ طریق باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے سخت مضر ہے۔ اوّل تو دیہات میں بہت سے امراء اور صاحب املاک بھی ہوتے ہیں۔ اور شہروں میں بہت سے غریب ہوتے ہیں۔ محض شہر اور گاؤں کا معیار بالکل غیر موزون ہے۔ دوم یہ طریق دیہاتیوں اور شہریوں میں تفریق کو اور بھی مضبوط کر دے گا۔ اب گویا دیہاتیوں اور شہریوں میں آپس میں رشتے کرنے اور زیادہ مشکل کر دیئے گئے۔ مہر کی حد بندی کا یہ طریق ہرگز معقول نہیں انیس ۱۹ مثقال سونے سے کم کی اجازت نہ دینا بہت سے شہریوں پر ظلم ہے۔

(۲۱) اکیسویں خصوصیت بہاء اللہ نے سمجھا کہ اگر میں نے میراث کے متعلق قواعد مرتب نہ کئے تو میری ایجاد کردہ شریعت ناتمام رہے گی۔ اس لئے اس نے اقدس کے ۴۹ و ۵۰ میں ورثاء کے نام لے کر حساب جمل کے مطابق ان کے حصوں کا ذکر کیا ہے۔ اس موقعہ پر حساب جمل کے طریق کو اختیار کرنے کی حکمت بھی جناب بہاء اللہ ہی جانتے تھے۔ بہائی شریعت میں علی الترتیب سات قسم کے ورثاء تجویز کئے گئے ہیں۔ (۱) اولاد (۲) ازواج۔ (۳) آباء۔ (۴) امہات۔ (۵) اخوان۔

(۶) اخوات - (۷) معلّمین - ان میں سے ہر قسم کے لئے عدد المقت یعنی ۲۵۲۰ میں سے ۴۲۰، ۴۲۰ دیئے جائیں گے - بہاء اللہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم نے اولاد کا اپنی کی میٹھیوں میں ہی شور سُن لیا ہے اسلئے ہم نے ان کا حصّہ بڑھا کر دوچند کر دیا ہے (اقدس ۵۰) - گویا اولاد کے لئے پہلے ۲۵۲۰ میں سے ۶۰ مقرر تھے اب ۱۲۰ اور دیئے جائیں گے یعنی چھ اقسام کو ساٹھ ساٹھ کے حساب سے ۳۶۰ ملیں گے اور ۲۵۲۰ میں سے باقی ۱۸۰ سارے کے سارے اولاد کو دیئے جائیں گے۔

حیرت ہے کہ اس حسابی رقم کو پورا کرنے کے لئے جناب بہاء اللہ نے صرف ذرّیت کے شور کو سُنا ہے - بیویوں، ماؤں اور بہنوں کے شور کو بالکل نہیں سُنا - بہاء اللہ نے ورثاء میں معلّمین کا نام رکھ کر بھی اپنی جدّت پسند طبیعت کا ثبوت دیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ کونسے معلّم وارث ہوں گے اور کونسے نہیں - کیونکہ موجودہ طریقۂ تعلیم میں تو سینکڑوں استاد ہو جاتے ہیں اور یہ بھی نہیں بتایا کہ کس زمانہ تک کے معلّم ہوں گے - کیونکہ درحقیقت انسان ساری عمر ہی سیکھتا رہتا ہے - پھر یہ بھی ذکر نہیں کہ معلّم سے مراد بہائی کتابیں پڑھانے والے ہیں یا ہر علم کا معلّم مراد ہے - اور صنعت و حرفت سکھانے والے بھی ان میں شامل ہیں یا نہیں - غرض یہ حکم بھی نہایت مبہم ہے۔

جناب ابو الفضل بہائی نے تقسیم میراث بہائی کی گتھی کو ان الفاظ میں سلجھانے کی کوشش کی ہے - لکھتے ہیں :-

"تقسیم ارث را اقل عددے کہ جامع کسور تسعہ بوجہ صحیح است - یعنی عدد (۲۵۲۰) مقرر کردہ و طبقات سبعہ وراث را کہ عبارتند از ذرّیات و ازواج و آباء و اُمہات و اخوان و اخوات و معلّمین الاقرب فالاقرب مترتب و فریضۂ ہر طبقہ ای از طبقاتِ مذکورہ را ابجد (۶۰) علی التساوی متنازل داشتہ است" (برہان لامع ص۳۴)

آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ بہاء اللہ نے سات قسم کے ورثاء تجویز کئے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ان ورثاء کو حصّہ نقد یا زرعی زمینوں کی صورت میں ملے گا - اگر متوفی کا ترکہ صرف اس کی پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کی کوٹھی اور کپڑے ہی ہوں تو ماں باپ بیوی، بھائیوں، بہنوں اور معلّموں کو کچھ نہ ملے گا - بلکہ متوفی کی لڑکیوں کو بھی محروم کر دیا جائیگا - ایسی صورت میں بہائی شریعت کا یہ حکم ہے کہ رہائشی مکانات اور کپڑے صرف لڑکوں کو ملیں گے - متوفی کی لڑکیوں کو بھی کچھ نہ ملے گا - (اقدس ۵۵) اس حکم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت کبھی بھی خواہ اُسے بیٹی کی حیثیت سے دیکھا جائے یا بیوی یا ماں کی حیثیت سے دیکھا جائے - اپنے باپ یا خاوند یا بیٹے کے مکانات کی وارث نہیں بن سکتی - رہائشی مکانات خواہ کتنے ہوں عورت بہرحال اُن سے محروم

ہوگی۔

کیا یہ ایک ہی مسئلہ اس بات کا کافی ثبوت نہیں کہ خداوندی قانون کے مقابلہ پر قانون تجویز کرتے وقت بہاء اللہ نے کس قدر ٹھوکریں کھائی ہیں۔

(۲۲) بائیسویں خصوصیت

بہاء اللہ نے ورثاء کے نام اور ان کے حصّوں کی جو تقسیم کی ہے۔ بہائی مذہب کے مطابق وہ اس صورت میں نافذ ہوگی جبکہ متوفی نے خود وصیّت کے ذریعہ اس کو منسوخ نہ کردیا ہو۔ ورنہ ہر بہائی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وصیّت کرکے ان حصّوں کو باطل کردے اور جس طرح چاہے اپنی جائیداد کی تقسیم کے متعلق ہدایت دے جائے۔ جناب عبدالبہاء افندی لکھتے ہیں:۔

"امّا مسئلۂ میراث این تقسیم در صورتے ست کہ شخص متوفیٰ وصیّتے نماید آں وقت این تقسیم جاری گردد۔"

یہ بھی ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف بہائی ازم میں پائی جاتی ہے کہ مرنے والا اپنی وصیّت کے ذریعہ اپنے اصحاب الفرائض کو ان کے مقرر کردہ حقوق سے محروم کرسکتا ہے جب یہ صورت تھی تو حصّے مقرر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف یہ حکم دے دیا جاتا کہ ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ورثہ کی تقسیم کا حکم دے جاوے۔

(۲۳) تیئیسویں خصوصیت

جناب بہاء اللہ نے ایک یہ حکم دیا ہے:۔

"قد حرّم علیکم بیع الاماءِ والغلمان لیس لعبدٍ ان یشتری عبداً" (اقدس ۱۵۰)

کہ لونڈیوں اور غلاموں کا بیچنا حرام ہے کسی غلام کا حق نہیں کہ غلام کو خریدے۔"

اسلام نے غلامی کے انسداد کے لئے جو اصول و قواعد مقرر کئے ہیں۔ ان کے سامنے بہائیت کا یہ حکم کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اسلام نے صرف جنگ کی صورت میں مذہب کو مٹانے اور مسلمانوں کی حرّیت کو تباہ کرنے والوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا ہے (سورہ توبہ ۱، ۴) اور ان قیدیوں کے اقسام کے لحاظ سے فرمایا ہے:۔ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً (سورہ محمدؐ: ۴) کہ پھر ان میں سے بعض کو بطور احسان چھوڑ دو اور بعض سے ضرور فدیہ وصول کرو۔ مؤخر الذکر قسم کے قیدی ہی تا ادائیگی زرِ فدیہ غلام ہوتے ہیں۔ ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا اسلام کے احکام میں سے ہے۔

جناب بہاء اللہ نے یہ کہکر کہ غلاموں کو بیچنا حرام ہے، ان غلاموں کی غلامی کو پختہ کردیا جو اس وقت غلام ہیں۔ کیونکہ اب ان کو خرید کر آزاد نہیں کرایا جاسکتا۔ ایسا ہی اس نے صرف یہ کہا ہے کہ کسی غلام کو خریدنا جائز نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ بہرصورت غلام

بنانا منع ہے۔ بہت سے لوگ دوسروں کو زبردستی پکڑ کر غلام بنا لیا کرتے تھے۔ اس کے خلاف بہاء اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔

بہائی سمجھتے ہوں گے کہ بہاء اللہ نے دنیا کی رَد کو دیکھ کر غلامی کے انسداد کا معقول انتظام کر دیا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ ٹھوس قانون نہیں۔ اس سے زیادہ سے زیادہ غلاموں کی فروخت منع ثابت ہو گی۔ نیز بہاء اللہ نے دوسری طرف سود خواری کو جائز قرار دے کر لاکھوں غرباء کے لئے غلاموں سے بدتر زندگی بسر کرنے کا قاعدہ بھی مقرر کر دیا ہے۔ بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔

"چون قرض الحسن کمیاب است۔ فضلاً علی العباد ربا را مثل معاملات دیگر کہ مابین ناس متداول است قرار فرمودیم یعنی ربح نقود ازیں حین کہ ایں حکم مبین است از سماء مشیت نازل شد حلال و طیّب و طاہر است تا اہل ارض بکمال رَوح و ریحان و فرح و انبساط بذکر محبوب عالمیاں مشغول باشند۔ انّہ یحکم کیف یشاء واحلّ الربا کما حرّمہ من قبل۔"

ترجمہ:۔ چونکہ قرضہ حسنہ دینے کا طریق بہت کمیاب ہے۔ اس لئے بندوں پر احسان کرتے ہوئے ہم نے سود کو دیگر معاملاتِ جاریہ کی طرح قرار دے دیا ہے۔ گویا اس حکم کے نازل ہونے کے وقت سے روپوں پر سود لینا

حلال، طیّب اور طاہر ہے۔ تا کہ زمین والے پوری خوشی و مسرّت سے محبوبِ عالمیاں کے ذکر میں مشغول رہیں وہ جیسا چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اب اس نے سُود کو حلال ٹھہرا دیا ہے جیسا کہ اس نے پہلے اسے حرام ٹھہرایا تھا۔" (اشراقات ص۲۳)

سُود کے جواز کی صورت میں غلامی کے انسداد کا دعویٰ فریبِ نفس سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اب گویا بہائیوں میں قرضہ حسنہ کا طریق بالکل معدوم ہو جائے گا اور سود کا عام رواج ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ سود دینے والے مقروض غلاموں سے بدتر ہوتے ہیں۔ پھر سُود خوری جنگوں کے پیدا کرنے اور لمبا کرنے کا باعث ہے۔ پس سُود نہ صرف افراد کی غلامی کا موجب ہے بلکہ قوموں کی غلامی اور تباہی کا موجب ہے، اسے جائز کر کے غلاموں کے بیچنے کو حرام کہنا کیا اثر پیدا کر سکتا ہے۔

(۲۴) چوبیسویں خصوصیت بہاء اللہ کی خود ساختہ شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ عملی نہیں۔ اس لئے بہائی اسے پردۂ اخفا میں رکھتے ہیں۔

بہاء اللہ نے حکم دیا ہے کہ اہلِ مجالس کو چاہیئے کہ مختلف زبانوں میں سے ایک زبان اور ایک رسم الخط انتخاب کر لیں (اقدس ص۲۰۶) اس جگہ اوّل تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ زبان جناب بہاء اللہ

نے خود ہی کیوں نہ تجویز کر دی؟ دوسرے اگر بالفرض لوگ انگریزی زبان کو انتخاب کرلیں تو کیا "اقدس" کی عربی کو مٹا دیا جائے گا اور کوئی بہائی "اقدس" کو اصل زبان میں لکھ اور پڑھ نہ سکے گا؟ تیسرے عجیب بات ہے کہ بہاء اللہ نے خود ایک زبان اختیار نہیں کی۔ کبھی فارسی میں لکھتے ہیں اور کبھی عربی میں خواہ وہ عربی کس درجہ کی ہو۔ اور کبھی عربی اور فارسی سے مخلوط زبان میں۔ کیا اس عمل والے انسان کا یہ حق ہے کہ لوگوں کو ایک زبان کے بولنے اور لکھنے کے لئے انتخاب کا حکم دے؟ اگر یہ حکم اتحاد کا ایسا ہی ذریعہ تھا تو بہاء اللہ کو عملاً اسے اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ اس نے تو خود مختلف زبانوں کے سیکھنے کی اجازت دی ہے (اقدس ۲۵۲) اندریں حالات یہ حکم بھی محض زمانہ کی رَو کا تتبع ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف خدا کا ایک نشان ہے (الروم: ۲۲) اس لئے اپنے دائرہ کے اندر مضر نہیں۔ ہاں قرآن مجید نے عربی زبان کو اُمّ الالسنہ قرار دیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ عربی زبان مذہبی طور پر سب قوموں اور ملکوں کی زبان ہونی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے پر اپنی کتاب مِنَنُ الرَّحمٰن میں مبسوط بحث فرمائی ہے۔

ہم نے ان چوبیس[۲۴] خصوصیات کے ضمن میں بہائی شریعت کا لُبِّ لباب

بیان کر دیا ہے۔ اس پر نظرِ تدبّر ڈالنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ صرف سطحی اور ناقابلِ عمل باتوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید اور اسلام کی محکم شریعت سے بہائیوں کے ان احکام کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ بہرحال "اقدس" سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ انسان ضد میں آکر کہاں سے کہاں تک ٹھوکریں کھاتا ہوا جا پہنچتا ہے۔

میرے نزدیک بہائی شریعت کا ایک حکم بھی ایسا نہیں ہے جو روحانی، اخلاقی اور تمدنی لحاظ سے اسلامی تعلیم سے بہتر ہو۔ مجھے آج تک کسی بہائی نے اپنی کتاب سے ایک بھی ایسی تعلیم نہیں دکھائی جو اپنی ذات میں اچھی ہو اور اسلام میں موجود نہ ہو۔ یا کم از کم اُسے بہائی شریعت میں قرآن مجید کی نسبت بہتر اسلوب اور احسن پیرایہ میں بیان کیا گیا ہو۔ اب بھی میں اہل بہاء کو اس بارے میں کھلا چیلنج کرتا ہوں۔ کیا کوئی بہائی اقدس میں سے ایک بھی ایسی تعلیم دکھا سکتا ہے جو روحانی یا اخلاقی پہلو سے مفید ہو اور وہ قرآن کریم میں احسن ترین انداز میں موجود نہ ہو؟ جب ایسا نہیں ہے تو بہاء اللہ کے اس مجموعے سے قرآن حکیم کو منسوخ کہنا سراسر غلط اور گناہ ہے فماذا بعد الحق الّا الضلال۔

حضرات! قرآن مجید نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے یہ اعلان فرمایا ہے وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَ

اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (الفرقان: ۳۳) آج بھی قرآن پاک کا یہ اعلان قائم ہے۔ قرآن مجید ہر زمانہ میں ایک زندہ کتاب اور کامل شریعت کی صورت میں موجود ہے اور موجود رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ضمیمہ

قرآنی آیات اور بہائی تحریک

بہائی لوگ بعض آیاتِ قرآنیہ کو پیش کرکے عام مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھئے ہماری تحریک کے متعلق اور قرآن مجید کے منسوخ ہونے کے متعلق قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے۔ بہائی لوگ اس سلسلہ میں ہر موقع پر حسبِ مرضی آیات پیش کر دیا کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی پیش کردہ آیات کے مختصر جوابات بصورتِ مکالمہ درج کرتے ہیں:-

پہلی آیت

بہائی:- قرآن مجید نے سورۃ قٓ: ۴۲ میں وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ میں جو پیشگوئی کی ہے اس میں مکان قریب سے مراد فلسطین کا جبل الکرمل ہے جس سے ہماری تحریک کا تعلق ہے۔

احمدی:- (۱) اوّل تو یہ آیت مکّی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ عنقریب کفار جنگ کے لئے نکلیں گے۔ اس جگہ یوم الخروج سے مراد غزوۂ بدر ہے جس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت

دکھائی اور مسلمانوں کی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائی۔ یہ جنگ کفار کے لئے ایک حشر کی حیثیت رکھتی تھی۔

(۲) اگر مکان قریب سے مراد فلسطین اور جبل الکرمل ہو تب بھی بہائیت کا اس پیشگوئی سے تعلق نہیں کیونکہ آیت میں منادی کا ذکر ہے جو باوازِ بلند اپنی تبلیغ کرتا ہے لیکن بہائی تو آجتک فلسطین میں بھی اپنی شریعت پیش نہیں کرتے۔ "جمال مبارک تبلیغ را درایں دیار حرام فرمودہ اند" (مکاتیب عبد البہاء جلد ۳ صفحہ ۳۲۷) جب بہائیوں کے نزدیک وہاں تبلیغ ہی حرام ہے تو نداء المنادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں جبل الکرمل پر جماعت احمدیہ کا تبلیغی مرکز ہے۔ وہاں سے ماہوار رسالہ البُشریٰ شائع ہوتا ہے اور مسجد قائم ہے، مدرسہ جاری ہے۔ پس نداء المنادی کے لحاظ سے یہ آیت بہائیت پر نہیں تحریک احمدیت پر منطبق ہوتی ہے۔

(۳) سورۃ قٓ کی اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (۴۵) کہ اے مخاطب تو ہمیشہ اس قرآن مجید کے ذریعہ تبلیغ و تذکیر کرتا رہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس المنادی کا ذکر آیت وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ میں آیا ہے اس سے وہی منادی مراد ہے

جو قرآن مجید کو زندہ کتاب کی صورت میں پیش کرتا ہے اور انسانوں کو اس کے ذریعہ سے تبلیغ کرتا ہے۔ جب بہائیت قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتی ہے تو وہ اس جگہ مراد کس طرح ہو سکتی ہے؟ پس ثابت ہے کہ آیت وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ سے بہائیوں کا استدلال سراسر غلط ہے۔

دُوسری آیت

بہائی:۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدہ: ۵) کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آسمان سے زمین پر نازل کیا ہے۔ پھر یہ دین اسی کی طرف ایک ہزار سال کے عرصہ میں اُٹھ جائے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایکہزار سال کے بعد قرآن مجید کا منسوخ ہونا مقدر تھا۔

احمدی۔ (۱) سورۂ سجدہ کا سیاق و سباق اس استدلال کی تردید کرتا ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے يَعْرُجُ اِلَيْهِ کے معنے منسوخ ہونے کے نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ قرآنی شریعت کے نفاذ اور تدبیر کے بعد ایک ہزار سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ قرآن مجید پر سے عمل اُٹھ جائیگا

یعنی اس زمانہ میں مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی
لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن
الا رسمہ کے مصداق ہو جائیں گے۔ اسی لئے سورۂ سجدہ
میں آیت زیر نظر کے بعد تجدید دین اسلام کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا
فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ کہ کیا ہم پھر
نئے طور پر پیدا ہوں گے؟ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
مثیل موسیٰ قرار دیکر فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً
یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا
یُوْقِنُوْنَ۔ کہ بنی اسرائیل کے انبیاء موسوی امر کو
بحکم الٰہی قائم کیا کرتے تھے۔ اس میں صاف اشارہ ہے کہ
آئندہ زمانہ میں اسلام کی تائید کے لئے بھی مامور ربانی مبعوث
ہوں گے اور اسلام کو ضعف کے بعد معنوی اور مادی
غلبہ دیا جائے گا۔ اس پر کفار نے فوراً کہا۔ مَتٰی
هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲۸) کہ یہ فتح
کب آئے گی؟

اس سیاق سے ظاہر ہے کہ سورۂ سجدہ کی آیت ثُمَّ
یَعْرُجُ اِلَیْهِ میں مسلمانوں کی بے عملی کے وقت قرآنی
شریعت کے منسوخ کرنے کا ذکر نہیں بلکہ یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ

اپنے فضل سے اس شریعت کو استحکام بخشے گا اور اس شجرۂ
طیبہ کو تازہ بتازہ شیریں پھل لگیں گے۔

(۲) اس آیت میں یَعْرُجُ اِلَیْهِ سے مراد مسلمانوں کی بے عملی
ہے۔ قرآن مجید کا منسوخ ہونا مراد نہیں۔ اس کا واضح ثبوت یہ
ہے کہ یَعْرُجُ فعل کا ظرف فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ
اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ
نسخ تو ایک منٹ کا کام ہے۔ اس کے لئے ہزار سال کی کیا
ضرورت ہے۔ درحقیقت یہ عروج شریعت قرآنی جو تدریجاً
ایک ہزار سال میں ہونے والا تھا۔ اس سے صرف یہی مراد
ہے کہ مسلمان آہستہ آہستہ قرآن پاک پر عمل ترک کر دیں گے
یَعْرُجُ اِلَیْهِ میں مسلمانوں کی بے عملی مراد ہے تو اس کا
علاج یہی ہے کہ مسلمانوں میں قوتِ عمل پیدا کی جائے۔ اور
انہیں تزکیۂ نفس اور قوتِ یقین سے مسلح کیا جائے تا وہ
پھر قرآنی شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اسی زمانہ میں
اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور آپ کی
قائم کردہ جماعت یہ کام بخوبی سرانجام دے رہی ہے اور
آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا ظہور ہو رہا ہے۔

(۳) آیت زیر نظر میں یَعْرُجُ اِلَیْهِ سے [illegible]

منسوخ ہونا مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا
إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ
عَلَيْكَ كَبِيرًا (بنی اسرائیل: ۸۶-۸۷)

ترجمہ:۔ اگر ہم چاہتے تو اس وحی کو جو تجھ پر نازل کی ہے لے جاتے پھر تجھے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ ملتا۔ ہاں ہم اپنی رحمت کی وجہ سے اس قرآن کو ہمیشہ قائم رکھیں گے اور یہ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔

پس قرآن مجید کے منسوخ ہونے کا خیال قرآن مجید کی نصوص کے خلاف ہے۔ لہٰذا یعرج الیہ کے صرف یہی معنے ہیں کہ ایک وقت آنے والا ہے جب مسلمان قرآن مجید پر عمل ترک کر دینگے یہ معنے دیگر آیات و احادیث نبویہ کے بھی مطابق ہیں۔ الغرض سورۂ سجدہ کی آیت سے نسخ قرآن کا ادعا ثابت نہیں ہو سکتا واقعہ یہ ہے کہ بہائیوں نے جس شریعت کے ذریعہ قرآن مجید کو منسوخ ٹھہرانا چاہا تھا وہ اُسے شائع نہ کر سکے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کے فوراً بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما دیا تا آپ قرآن مجید کے زندہ اور عالمگیر شریعت ہونے پر زندہ گواہ ہوں۔

تیسری آیت

بہائی۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بقرہ: ۱۰۷) اس آیت سے ثابت ہے کہ آئندہ زمانہ میں قرآن مجید کے منسوخ ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔

احمدی۔ اگر آپ آیت پر تدبر کریں تو یہ شبہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے اوّل تو آیت میں لفظ مَا شرطیہ ہے جس کے رُو سے آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ اگر ہم کوئی آیت منسوخ قرار دیدیں یا اُسے ذہنوں سے اُتار دیں تو اس سے بہتر یا اس کی مانند لاتے ہیں۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا۔ کہ واقعی طور پر قرآن مجید کی کوئی آیت کبھی منسوخ ہو جائے گی۔

دوم۔ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جس نسخ کا ذکر ہے اس کا قرآن مجید یا اس کی آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت سے قبل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ
وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ
مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (بقرہ: ۱۰۵)

کہ اہلِ کتاب کافر اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تم پر (اے مسلمانو!) تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر (آیاتِ قرآنیہ) نازل ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ جسے چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرلے اللہ تعالیٰ بڑے فضلوں کا مالک ہے۔"

گویا اہلِ کتاب کو نزولِ قرآن مجید پر اعتراض تھا کیونکہ قرآن مجید کے نازل ہونے سے ان کی کتاب تورات و انجیل کا منسوخ قرار پاجانا لازم آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا مانسخ من اٰیۃٍ اوننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا۔ کہ ہمارا طریق تو یہ ہے کہ اگر ہم کسی حکم کو منسوخ ٹھہرائیں یا ذہنوں سے بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مانند حکم نازل کرتے ہیں۔ گویا فرمایا کہ تمہارے لئے دیکھنے والی بات تو صرف یہ ہے کہ آیا قرآنی تعلیمات تورات کی تعلیمات سے بہتر ہیں یا نہیں، یا کم از کم تمہارے خیال کے مطابق ان کی مانند ہیں یا نہیں؟ اگر یہ شریعت اپنے احکام میں پہلی شریعت سے بہتر ہے یا اس کے گزشتہ احکام کا اعادہ اس میں ہے تو اس کے ناسخ قرار پانے پر تمہارے لئے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آیت مانسخ من اٰیۃٍ میں اٰیۃٍ سے قرآن مجید سے پہلے کی شرائع کی آیات و احکام مراد ہیں نہ کہ خود قرآن مجید کی آیات۔

سوم - قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر) کہ ہم نے اس ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔" جب قرآن مجید ایک محفوظ شریعت ہے تو اس میں نسخ یا اختلاف کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کے سوا اور کسی شریعت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ نہیں فرمایا۔ کہ میں اس کی حفاظت کرونگا۔ اس سے عیاں ہے کہ آیت مانسخ من اٰیۃٍ میں قرآنی شریعت اور اس کی آیات کے منسوخ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

چہارم - کسی شریعت کا نسخ دو وجہ سے ہوسکتا ہے۔

(۱) وہ شریعت محرّف و مبدّل ہو چکی ہو۔ اس میں انسانی دست برد نے راہ پالی ہو۔ اس کے احکام میں کمی بیشی کردی گئی ہو (۲) وہ شریعت محدود زمانے کے لئے ہو اور آئندہ زمانہ کی ضروریات کے لئے اس میں علاج موجود نہ ہو۔

قرآن مجید نے ہر دو امکان کی تردید کردی ہے۔ اسکی حفاظت کے لئے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ

لَحٰفِظُوْنَ - اور آئندہ کی جملہ ضروریات کے لئے مکتفی ہونے کا اعلان اس آیت میں فرما دیا - وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (الفرقان) کہ مخالفین کوئی عمدہ تعلیم پیش نہیں کریں گے مگر ہم اسی قرآن سے اس سے بہتر اور زیادہ مفید تعلیم پیش کر دیں گے -

پس ان چار جوابات کی روشنی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیت ما ننسخ .... میں قرآنی آیات کے منسوخ قرار دیئے جانے کا ذکر ہے -

چوتھی آیت

بہائی - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ کہ ہر اُمت کی اجل مقرر ہے - پس ضروری ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی بھی اجل مقرر ہو اور قرآن مجید منسوخ ہو جائے اور اسکی جگہ نئی شریعت آئے -

احمدی - (۱) جب قرآن مجید کی صریح آیات سے ثابت ہے کہ یہ شریعت دائمی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ - تو اس صورت میں آیت لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ سے یہ استدلال کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید منسوخ ہو جائے گا بلکہ برعکس یہ

استدلال ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید پر عمل کرنے والی اُمتِ محمدیہ کی اجل دائمی ہے - زمین و آسمان کے باقی رہنے تک یہ اُمت باقی رہے گی -

(۲) اَجَلٌ کے لفظی معنے مقررہ گھڑی کے ہوتے ہیں اس مقررہ گھڑی سے ہلاکت اور تباہی کی گھڑی مراد ہوتی ہے - ظاہر ہے کہ اس صورت میں آیت کا انطباق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذبین پر ہوگا - اور عمومی طور پر جملہ مکذبین پر ہوگا - آیت کا محلِ وقوع بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ○ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (یونس: ۴۷ - ۴۹) ترجمہ - اے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ ہم تیرے سامنے وہ بعض وعید پورے کر دیں جو تیرے ان منکروں سے کئے گئے ہیں خواہ تجھے وفات دیدیں - بہر حال ان کا لوٹنا ہماری طرف ہی ہوگا پھر یہ بھی ہے کہ

کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہر امّت کے لئے رسول ہوتا ہے جب بھی ان کا رسول آیا تو ان لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر ظلم نہ کیا گیا۔ یہ منکرین کہتے ہیں کہ پھر یہ وعدہ ہمارے متعلق کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ کہدے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی ضرر یا نفع کا مالک نہیں ہوں بجز اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہر امّت کی ہلاکت کے لئے ایک مقررہ مدت ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو وہ لوگ ایک پل بھر بھی اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے"۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ (الف) لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ کا تعلق مکذّبین انبیاء کے ساتھ ہے (ب) اس جگہ اس عام قاعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذّبین سے متعلق قرار دیا گیا ہے یعنی ان کی ہلاکت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ کیونکہ ان کے بد اعمال انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اور آیت قرآنی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ کفار نے آپ کی تکذیب کر دی ہے۔ اسلئے اب ان کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے؟ (ان آیات میں) اس مفہوم کی تصریح موجود ہے۔ حتیٰ کہ کفار نے بھی انہیں اپنی تباہی کی خبر پر مشتمل سمجھ کر کہہ دیا تھا مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ پس ثابت ہے کہ آیت وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ

میں مکذّبین انبیاء بالخصوص مکذّبین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہلاکت کا ذکر ہے اس کا قرآن مجید کے منسوخ قرار دیئے جانے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۳) اگر بہائی استدلال کو تسلیم کر لیا جائے کہ مسلمانوں کی ایک مدّت مقرر ہے یعنی جب کسی وقت کے مسلمان عملاً قرآن مجید سے منحرف ہو جائیں گے تو اللہ تعالےٰ اور قوم کھڑی کر دیگا تب بھی یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ آیا آنے والی وہ قوم قرآن مجید کو ماننے والی اور اس پر عمل پیرا ہوگی یا اسے کتاب مہجور قرار دینے والی ہوگی؟ ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے لئے رسول قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف: ۱۵۸) اور پھر قرآن مجید نے خبر دی ہے۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (الواقعہ) کہ اُمّتِ محمّدیہ کے دو بڑے خاص حصّے ہیں (۱) اوّلین کی جماعت (۲) آخرین کی جماعت۔ پھر سورۂ جمعہ کے ع میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت مقرر فرمائے ہیں۔ ایک الْأُمِّيِّينَ میں اور دوسرا آخَرِينَ مِنْهُمْ میں۔ اسلئے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی وقت مسلمانوں کی حالت خراب ہو جائیگی۔ اور وہ قرآنی شریعت پر عمل ترک کر دیں گے تو قرآنی آیات اور احادیث

کی روشنی میں یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے شجرۂ طیبہ میں سے کسی اعلیٰ شیریں پھل کو پیدا کریگا اور پھر نئے مسلمانوں میں قرآن مجید سے عشق و محبت پیدا ہو گی اور وہ پھر اس پاک کتاب پر عمل پیرا ہوں گے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے ہوا ہے۔

بہرحال آیت وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ سے نسخ قرآن مجید پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے۔

پانچویں آیت

بہائی - آیت میثاق النبیین (سورۂ آل عمران : ۸۱) سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک رسول آنے والا ہے اور سورۂ احزاب کی ۸ سے ثابت ہے کہ میثاق جس طرح اور انبیاء سے لیا گیا تھا اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا گیا تھا۔ پس یہ موعود رسول ناسخ قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے۔

احمدی - جواب اوّل)۔ سورۂ احزاب میں انبیاء سے جو میثاق لیا گیا تھا وہ اور ہے اور سورۂ آل عمران میں جس میثاق کا ذکر ہے وہ اور ہے۔ سورۂ احزاب کے "میثاق غلیظ" کے بعد فرمایا ہے۔ لِيَسْأَلَ الصّٰدِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَ

أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا۔ یعنی اس اقامت شریعت کے میثاق کے بارے میں ان انبیاء کی اُمتوں سے پورا پورا مواخذہ ہو گا اور جو اپنے وعدہ میں صادق اور راستباز ثابت ہوں گے ان کو اجر عظیم ملیگا اور جو کافر قرار پائیں گے وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پس یہ میثاق تو اقامت شریعت کا میثاق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے النَّبِيِّينَ کے لفظ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ پانچ انبیاء کا مخصوص ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ انبیاء تشریعی سلسلوں کے بانی یا ان کے اہم آخری نبی تھے۔

سورۂ آل عمران میں آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِينَ۔

ترجمہ:۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب و حکمت دی ہے سو اگر بعد ازاں تمہارے پاس ایسا رسول آجائے جو تمہاری تعلیم اور پیشگوئیوں کا مصدق ہو اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔ فرمایا

کیا تم نے اقرار کیا اور اس ذمہ داری کو اُٹھا لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔"

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس رسُول مصدّق کی آمد کی خبر ہے اور جس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنیکا سب نبیوں سے اقرار لیا گیا تھا وہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم النبیّین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الحدید: ۸) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر پورے طور پر ایمان نہیں لا رہے، حالانکہ یہ موعود الرسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کے لئے پکار رہا ہے اور اس نے تم سے ایمان لانے کا میثاق لے رکھا ہے اگر تم مومن ہو۔

پھر فرمایا۔ اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ (الاعراف: ۱۵۷) کہ اب رحمتِ الٰہی کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو اس عظیم الشان رسول نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جس کی پیشگوئی ان کے ہاں تورات

اور انجیل میں درج شدہ موجود ہے۔

پھر سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ کتاب کی پیشگوئیوں کے رسول مصدّق ہی ظاہر ہوئے تو اہلِ کتاب نے کتابِ الٰہی کو یوں نظر انداز کر دیا انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کے رُو سے آیت میثاق النّبیّین میں جس رسول مصدّق کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس لئے کسی ناسخِ قرآن رسول کے آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

جواب دوم:۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آیت میثاق النّبیّین میں رسولٌ مصدّق لما معکم سے مراد آئندہ آنے والے رسول ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ رسول قرآن مجید کی دیگر آیات کے بیان کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع اور مطیع رسول ہی ہو سکتے ہیں، نئے شارع رسول نہیں ہو سکتے۔

بہائیوں کے ہاں نبی دو قسم کے ہیں۔ لکھا ہے "کلیہ انبیاء بر دو قسم اند۔ قسمے نبی بالاستقلال اند و متبوع، و قسمے دیگر

غیر مستقل و تابع، انبیائے مستقل اصحاب شریعت اند و مؤسس دورِ جدید۔ (مفاوضات عبدالبہاء ص۱۶۴) اور وہ آیتِ خاتم النبیین کے مطابق ہر قسم کے نبیوں کو بند قرار دیتے ہیں۔ پس بہائیوں کے نزدیک کسی قسم کا نبی یا رسول نہیں آسکتا۔ لہٰذا آیت میثاق النبیین سے ان کا استدلال غلط ہے۔

چھٹی آیت

بہائی۔ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے کہ آئندہ شریعت عجمی رسول پر نازل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء: ۱۹۸-۱۹۹)

احمدی۔ یا آپ سخت دھوکہ خوردہ ہیں یا مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ سورۃ الشعراء کی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم قرآن مجید کو کسی عجمی انسان پر نازل کرتے اور وہ اس کو ان پر پڑھتا تو وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔ اس آیت میں حرفِ لَوْ ہے جو شرطیہ ہے اور اگر کے معنے دیتا ہے۔ اس لَوْ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ اور اگر ایسا واقع ہوتا تو یہ نتیجہ پیدا ہوتا۔ پس یہ آیت تو کسی عجمی پر اس قرآن مجید کے نازل ہونے کی نفی کرتی ہے۔ کتنا عجیب ماجرا ہے کہ بہائی لوگ اسی آیت سے عجمی شخص پر ناسخِ قرآن شریعت کے نزول کا اثبات کرنا چاہتے ہیں۔ سچ مچ قرآن مجید

نہایت مظلوم ہے۔

سورۃ الشعراء میں آتا ہے۔ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (: ۱۰۲) کہ مجرم جہنمی کہیں گے کہ اگر ہمیں واپس دنیا میں جانے کا موقع ملے تو ہم مومن بن جائیں گے۔ کیا اس آیت سے یہ استدلال درست ہے کہ کافر مُردہ واپس دُنیا میں آئیں گے؟

ہم بہائیوں کے غور کے لئے بطور مثال مندرجہ ذیل پانچ آیات پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (المؤمنون: ۷۱) کہ اگر حق ان لوگوں کی خواہشات کے تابع ہو جاتا۔ تو آسمان و زمین اور تمام لوگ تباہ ہو جاتے۔ ہاں ان کے پاس ذکر لائے ہیں مگر وہ اپنے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں۔

(۲) وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (آل عمران: ۱۵۹) اگر تو سخت زبان اور سخت دل ہوتا تو یہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳) وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام: ۸۸) اگر یہ انبیاء شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال اکارت چلے جاتے۔

(۴) لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا (الانبیاء: ۹۹) اگر یہ بُت خدا ہوتے تو جہنم میں نہ گرتے۔

(۵) لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۲)
اگر آسمان و زمین میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو آسمان
و زمین تباہ ہو جاتے۔

ظاہر ہے کہ ان آیات میں کسی جگہ بھی لَوْ کے معنے آئندہ کی خبر کے
نہیں بلکہ ہر جگہ شرطی مضمون کا ذکر ہے۔ پس آیت وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ
عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ سے بہائیوں کا استدلال غلط ہے۔

ہم نے بہائیوں کی پیش کردہ چھ آیات کے متعلق مختصر ذکر کر دیا
ہے۔ قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے کہ جہاں پر دشمن اعتراض کرتے ہیں وہاں
ہی اس کا جواب موجود ہوتا ہے۔ اس لئے احباب بہائیوں کے پیش کردہ
اعتراض پر تدبر کیا کریں۔ اور سیاق سباق پر غور کیا کریں۔ تو اللہ
تعالےٰ انہیں خود جواب سمجھا دے گا۔ انشاء اللہ۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞